اغراض و مقاصد

مرکز حیاتِ اردو سہارنپور

(۱) تعلیمی و تدریسی نقطۂ نظر سے اردو، زبان و ادب کے فروغ کے لئے ہر ممکن جد وجہد کرنا

(۲) اُردو زبان کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنا۔ اور اسے روٹی روزی سے جوڑنے کی جد وجہد کرنا۔

(۳) شہر سہارنپور کی شعری و ادبی فضا کو ہموار کرنا اور شاعروں، ادیبوں کے آپسی اختلاف دور کرنا۔

(۴) غیر معروف شعراء و ادبا کو تعمیری مقاصد کے حصُول کے لئے ہر ممکن طریقہ پر آمادہ کرنا۔ اور ان کی تخلیقات کو نمایاں کرنا۔

(۵) اُردو ادب میں ایسے رجحانات کو فروغ دینے کی جد وجہد کرنا جو انسانی دوستی، عوامی بھلائی اور اتحاد و اخوت کے عَلَم بردار ہوں۔

(۶) اردو زبان و ادب کے فروغ کے لئے انفرادی یا اجتماعی کام کرنیوالوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(۷) مقامی و بیرونی اردو، و ادبی انجمنوں و محفلوں کو اپنی خدمات پیش کرنا۔ اور حسب استطاعت دامے، درمے، قدمے، سخنے ان کا تعاون کرنا۔

◎ اُردو لکھئے، اُردو پڑھئے، اُردو بولئے ◎

خط وکتابت اِس پتہ پر کریں

مرکز حیات اُردو جنرل سیکریٹری ہارُون صابر فریدی سلمان سنگم ہاؤس سہارنپور

ف :- ۴۲۹۳۵، پنکوڈ:- ۲۴۷۰۰۱

رکھ دیئے صابرؔ ہوا کے دوش پر میں نے قدم
تھا سفر صدیوں کا لمحوں میں مکمل ہو گیا
صابرؔ فریدی

تذکرہ شعرائے سہارنپور

جشن آزادی کی پچاسویں سال گرہ پر

50

سریندر پرشاد گوہر
29.3.2001

مرکز حیاتِ اردو کی ایک نایاب پیشکش

آبشار

مؤلف
سریندر پرشاد گوہرؔ

مرتب
ہارون صابرؔ فریدی

منجانب
مرکز حیاتِ اردو سہارن پور

- نام کتاب : "آبشار" (تذکرہ شعراء سہارنپور)
- مؤلف : سریندر پرشاد گوہر
- مرتب : ہارون صابر فریدی
- معاونین خصوصی : رضوان احمد رضوان، فیاض ندیم، سید محمد راشد
- سن اشاعت : ۱۹۹۷ء
- تعداد : ۵۰۰ (پانچ سو)
- صفحات : ۲۰۸ (دوسو آٹھ)
- قیمت : Rs. 100/=
- طباعت : محبوب آفسیٹ پریس دیوبند
- بارِ اوّل :
- کمپیوٹر کتابت : **نواز پبلی کیشنز دیوبند**

ملنے کے پتے :

(۱) سریندر پرشاد گوہر۔ دفتر مرکز حیات اردو ہرگووند بھون ہرن ماران سہارنپور
(۲) ہارون صابر فریدی۔ دفتر مرکز ہذا سلمان سنگم اسٹور مصران اسٹریٹ سہارنپور
(۳) فیاض ندیم۔ سونی مارکیٹ دوکان نمبر ۶ بازار نخاسہ سہارنپور
(۴) رضوان سہارنپوری، مہدی سرائے، گلی ۱، سہارنپور

انتساب

ملک کی ممتاز صاحب نظر شخصیت
سیادت وشرافت کا اک ایسا درخشاں چہرہ

دنیا کی نگاہیں جس کی طرف اٹھتی ہیں
دہرہ دون کا وہ معیاری نمونہ، ہر دلعزیز جاذب نظر پیکر
لوگ جس کو **الحاج سید فرید احمد** کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔
جو دی ہمالیہ ڈرگ کمپنی کے مالک ہیں
ادارہ مرکز حیات اردو سہارنپور۔
تذکرۂ شعراء سہارنپور سے متعلق شعری مجموعہ

"آبشار"

بڑے ادب واحترام کے ساتھ اس عظیم ہستی سے منسوب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

ادارہ......

فہرست

نئے مسافر

''آبشار'' اک نظر میں

واصفؔ عابدی سہارنپوری

شہر سہارن پور کے شعری وادبی اور علمی قافلہ کا سفر اسی وقت سے جاری ہے جب سے اس شہر کی بنیاد پڑی۔

اس شہر میں بڑے بڑے صاحب کمال اور اہل علم لوگ پیدا ہوئے جو اپنے ادبی و علمی کمالات کے سبب بام شہرت و عظمت تک پہنچے۔ فضل وکمال کے یہ آفتاب وماہتاب شہر کے علمی وادبی فلک پر طلوع ہو کر دنیائے فکر و نظر کو منور کرتے رہے۔ یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔

ہمارے شہر کے اربابِ ادب نے ملک کے ممتاز دانشور پروفیسر گوپی چند نارنگ کے اس قول کی اپنے عمل سے تصدیق کی ہے کہ

''اردو شاعری بالخصوص غزل کی شاعری جو وسیع تر تناظر میں اردو لسانی کلچر کا حصہ ہے قطع نظر ان معانی کے جو یہ رکھتی ہے یہ وہ زبان بھی بولتی ہے جو اس کو مخصوص تہذیبی معنی دیتی ہے یعنی شعر گوئی بذاتہٖ اردو کے لسانی کلچر میں اپنی مخصوص تہذیبی امیج رکھتی ہے''۔

(شجر شجر چھاؤں مصنف رِندؔ ساغر فتح گڈھی)

ہمارے شہر کا شاعر بڑا ہو یا چھوٹا کتابِ حیات کا مطالعہ شاعرانہ ذہن سے کرتا ہے اور زندگی کے قریب رہ کر غزل کی معنویت کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی فکر کو شعر کا جامہ پہناتا ہے شاعری کے آداب و آئین کیا ہیں؟ ان سے وہ پوری طرح واقف ہوتا ہے دل کی دنیا کا یہ باشندہ محبت کے لطیف جذبوں کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ اور مسائل حیات پر گہری نظر بھی رکھتا ہے۔

اس شہر کی شعری وادبی رفتار ہمیشہ جذبے کی آنچ اور احساس کی شدت نیز تمناؤں کے ہجوم سے وابستہ رہی ہے۔

ہمارے شہر کے شعراء دورِ حاضر کے انسان کی اضطرابی کیفیت اور ٹوٹتی بکھرتی زندگی

کے نقش و نگار کو اپنے افکار کے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں ان کے یہاں فرقہ واریت اور طبقاتی کشمکش و تعصب کے اندھیروں پر تنقید کا عنصر پایا جاتا ہے وہ عصری حسیت کا سرمایہ اپنے پاس رکھتے ہیں ان کو علامتوں اور استعاروں کے ذریعہ اپنی بات کہنے کا سلیقہ آتا ہے وہ غزل اور نظم ہی نہیں نعت و سلام اور منقبت نگاری میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔

آج تہذیب و شرافت اور روحانیت نام کی کوئی شے باقی نہیں رہی ہے وقت کے سیلاب میں اخلاقی اقدار بہہ چکے ہیں انسانیت کا قصر رفیع شکستہ ہو چکا ہے۔ انسان بارود کے ڈھیر پر کھڑا ہے اور ترقی کے خواب دیکھ رہا ہے حالانکہ وہ پستی میں گر چکا ہے۔

شاعر اپنے عہد کا نباض ہوتا ہے۔ وہ اپنے عہد کی دکھتی رگوں پر انگلیاں رکھتا ہے اس لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہمارے شہر کا شاعر موجودہ حالات سے بیخبر ہو۔ انسانیت کے تقاضوں اور محبت کے رشتوں کی پاسداری کے ساتھ ساتھ ظلم و استحصال کے خلاف آواز بلند کرنا اس کی سیرت میں داخل ہے۔

محترم قارئین

زیر نظر مجموعہ "آبشار" پیش خدمت ہے شعراء سہارنپور کا یہ ادبی تذکرہ فنی و علمی خصوصیات کا حامل ہے یہ ایک تاریخی دستاویز ہی نہیں بلکہ تحقیق کا اک خزانہ بھی ہے جس سے اردو شاعری کے نئے نئے گوشے سامنے آتے ہیں۔

اس سے قبل "نقوش جاوید" کے نام سے ۱۹۷۰ء میں شہر کے زندہ شعراء کے کلام سے متعلق ایک شعری مجموعہ عزیزم ہارون صابر نے مرتب کر کے شائع کیا تھا جس میں میرا مقالہ درج ہے۔

اب شعراء سہارن پور کے کلام پر مشتمل مرکز ہذا کے زیر اہتمام یہ دوسرا مجموعہ شائع ہو کر منظر عام پر آگیا ہے جس میں مرکز حیات اردو کے ذمہ دار افراد کی فرمائش پر میں نے یہ مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔

اس مجموعہ میں "یادِ رفتگاں" کے عنوان سے ان عظیم فن کاروں کو شامل کیا گیا ہے جو قافلۂ ادب سے بچھڑ کر دوسری دنیا میں سکونت اختیار کر چکے ہیں ان کا نمونۂ کلام غم دل کا مداوا اور تطہیر خیال کا ضامن ہے۔

آیئے اب "ان سے ملئے" یہ بزرگ شعراء ضعیفی کے آخری دور میں ہیں ان کی تخلیقات اور تعارف خاکے آپ کو اک دوسرے عالم میں لے جائیں گے ان کا اپنا اک انداز ہے، قدیم ادبی

روایات کا اک چمن ہے جو ان کے کلام میں مہک رہا ہے۔

آپکو اس کتاب میں "روشن چہرے" بھی نظر آئیں گے۔ ان میں شہر کے کچھ مسلم الثبوت اساتذہ ہیں جو اپنی قادر الکلامی اور خلاقانہ اظہار بیان کے سبب ہندوستان گیر شہرت کے مالک ہیں ملک و بیرون ملک کے معیاری اخبار ورسائل میں ان کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ کچھ حضرات مشاعروں کی رونق کو دوبالا کئے ہوئے ہیں اور اس طرح شہر کی نمائندگی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں پھر کچھ "نئے مسافر" بھی کاروانِ ادب میں شامل ہو گئے ہیں جو آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس دور میں جب کہ اردو زبان اپنے ہی ملک میں اجنبی ہو کر رہ گئی ہے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جا رہا ہے صرف مشاعروں نشستوں، اور دانش کدوں اور مذہبی درسگاہوں تک اس کی رسائی ہے ایسے ماحول میں کسی اردو شعری مجموعے کا شائع ہونا اک دشوار کام ہے مبارک باد کے مستحق ہیں مرکز کے اہم افراد کہ انہوں نے ان تھک کوشش کر کے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے یہ ان کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ مجھے کسی بھی شاعر کی فنی وادبی حیثیت کے بارے میں کچھ نہیں تحریر کرنا ہے اس لیے کہ شاعر کی شاعرانہ عظمت کا پتہ اس کے کلام سے چلتا ہے میں نے اس کا فیصلہ اہلِ نظر پر چھوڑ دیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ "آبشار" کی صورت میں ادب کے اجالے کا یہ سفر قارئین کو لطافت احساس کی دولت بخشے گا اور علمی حلقوں کو جنت فکر و نظر سے روشناس کرائے گا۔

۱۲/۹/۹۷ء

مرکز حیات اردو سہارن پور کا ادبی سفر

﴿ہارون صابر فریدی سیکریٹری مرکز﴾

مرکز حیات اردو سہارِن پور ایک متحرک اور فعال ادارہ ہے جس کی تشکیل ۲۴؍ ستمبر ۱۹۹۵ء بروز اتوار عمل میں آئی یوں تو سہارن پور میں کئی ادبی شعری مراکز قائم ہوئے بہت سی انجمنوں نے جنم لیا، جو اس وقت بھی موجود ہیں لیکن مرکز حیات اردو سہارن پور کے زیر اہتمام بہت کم مدت میں ذمہ دارانِ ادارہ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ اہل نظر کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

"کارہائے نمایاں"

۱- مورخہ ۲۴؍ ستمبر ۹۵ء کی شب میں مرکز ہٰذا کی پہلی میٹنگ جناب سریندر پرشاد گوہر کے دولت کدے پر ہوئی جس میں شہر کے نمائندہ شعراء و دیگر معزز اشخاص موجود تھے یہ میٹنگ ہر گووند بھون محلّہ ہرن ماران میں ہوئی جس میں اتفاق رائے سے مرکز کے عہدیداران کا انتخاب کیا گیا جس کی صدارت جناب علیم الدین علیم نے فرمائی۔ اور اسٹیج سکریٹری کے فرائض جناب عبدالسبحان پیکر نے انجام دیئے یہ میٹنگ نو بجے شروع ہو کر ۱۱ بجے شب ختم ہوئی۔

۲- مورخہ ۲۵؍ دسمبر ۹۶ء بروز پیر مرکز کے زیر اہتمام "ایک شام شعراء سہارنپور کے نام کے عنوان سے حاجی اکرام صاحب کے دولت کدے پر ایک ادبی شعری نشست ہوئی جو ۳؍ بجے شب ختم ہوئی جس کی صدارت جناب علیم الدین علیم نے و نظامت جناب سبحان پیکر نے فرمائی۔

۳- مورخہ ۱۱؍ مارچ ۹۶ء بروز پیر مرکز کی جانب سے "ایک شام ارم عمر پوری کے نام" کے عنوان سے ایک شعری پروگرام جناب اخلاق احمد کے دولت کدہ پر ہوا جس میں جناب ارم کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے موصوف کو ایک شال پیش کی گئی اس نشست کی صدارت جناب سریندر گوہر صدر موصوف نے فرمائی اور نظامت جناب عبدالسبحان پیکر نے کی۔

۴- مورخہ یکم اگست ۹۶ء بروز جمعرات مرکز کی طرف سے "ایک محفل اور دو فنکار" کے عنوان سے ایک خوبصورت شعری نشست کا اہتمام مرکز کے جنرل سکریٹری ہارون صابر فریدی کے مکان پر ہوا جس میں شہر کے دو مقتدر شاعروں جناب واصف عابدی و جناب نشتر

مظاہری کو ان کی شعری خدمات کے پیش نظر ایک ایک شال پیش کی گئی اور ان دونوں حضرات کا کسی ادبی مسئلہ پر جو تنازعہ کافی عرصہ سے چل رہا تھا اس کو ختم کرادیا گیا اور دونوں حضرات کے سرمحفل ہاتھ ملوادیے گئے مرکز کا یہ ایک قابل فخر کارنامہ تھا اس نشست کی صدارت جناب حامد سہارنپوری نے اور نظامت جناب عبدالسبحان پیکر نے فرمائی۔

۵- مورخہ ۱۴/ نومبر ۹۶ء بروز جمعرات "چار درخشاں چہرے" کے عنوان سے منجانب مرکز ایک غیر طرحی شعری نشست بمقام گلشن تعلیم نزد غفور چوک زیر صدارت جناب جوہر اخلاقی وزیر نظامت جناب ارم عمر پوری ہوئی یہ نشست جناب مولانا انعام تھانوی، جناب کوثر تسنیمی، جناب جوہر اخلاقی جناب حامد سہارن پوری کے اعزاز میں تھی اس پروگرام میں مولانا انعام تھانوی کسی وجہ سے تشریف نہ لاسکے، جناب کوثر تسنیمی، جناب حامد سہارنپوری وجناب جوہر اخلاقی کی ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے مرکز کی جانب سے ان کو ایک ایک شال پیش کی گئی اور اس نشست میں ملک کے ممتاز و معتبر شاعر و متعدد کتابوں کے مصنف تاجدار سخن جناب واصف عابدی نے ہندوستان میں ہارون صابر فریدی اور پاکستان میں وقار صدیقی کو اپنا جانشیں مقرر کیا ہارون صابر فریدی / مرتبہ نقوش جاوید نے جناب واصف عابدی کو دستار پیش کی اور واصف عابدی صاحب نے ہارون صابر فریدی کی دستار بندی خود اپنے مبارک ہاتھوں سے کی۔

(۶) مورخہ ۲۸/ دسمبر ۹۶ء کو مرکز نے شب میں "ایک محفل دو فنکار" کے عنوان سے جناب انور خان عنبر کے دولت کدہ پر ایک شعری نشست کا اہتمام کیا جن میں جناب مولانا انعام تھانوی وجناب کاشف انجمی کی ادبی خدمات کے اعتراف میں دونوں حضرات کو ایک ایک شال پیش کی گئی اس نشست کی صدارت جناب سریندر گوہر نے فرمائی اور نظامت کے فرائض جناب عبدالسبحان پیکر نے انجام دیئے۔

(۷) مورخہ ۱۴/ مارچ ۹۷ء بروز جمعہ مرکز کے زیر اہتمام جناب حاجی اکرام صاحب کے دولت کدے پر ایک شعری نشست ہوئی جس میں کسی وجہ سے مرکز کے سکریٹری جناب فیاض ندیم وسید راشد تشریف نہیں لاسکے نشست کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی اس نشست کی صدارت جناب شوق مانوی نے فرمائی اور نظامت کے فرائض جناب جمیل مانوی نے انجام دیئے۔

(۸) مورخہ ۲۴/ مارچ ۹۷ء بروز پیر مرکز کے صدر جناب سریندر گوہر کے دولت کدے پر

ہولی ملن کے عنوان سے ایک رنگارنگ پروگرام ہوا جس میں شہر کے نمائندہ شعراء نے حصہ لیا جس کی صدارت محترم واصف عابدی صاحب نے فرمائی اور نظامت جناب عبدالسبحان پیکر نے کی۔

(۹) مورخہ ۹/ مئی ۹۷ء بروز جمعہ مرکز کے زیر اہتمام شعر وادب کی ایک رنگین شام کا باب واہوا یہ پروگرام جناب احمد رضا ریزیڈینٹ کے دولت کدے انجیلک اکاڈمی واقع چوک شہادت میں کیا گیا یہ شعری نشست "یاد جوہر کی ایک شام دوروشن چہروں کے نام" کے عنوان سے ہوئی جس کی صدارت جناب ارم عمرپوری نے فرمائی اور نظامت جناب سلیمان عادل نے کی یہ نشست جناب جوہر دیوبندی کی یاد میں منعقد کی گئی تھی جس میں مہمان خصوصی جناب نصرت ظہیر اوران کے ایک دوست جو دہلی سے تشریف لائے تھے اعزازی طور پر مدعو تھے۔

(۱۰) مورخہ ۲۱/ مئی ۹۷ء بروز بدھ ہنگامی طور پر مرکز کی جانب سے محترم نواب فریدالحسن صاحب کاندھلوی کے اعزاز میں ایک شعری نشست کا اہتمام جناب موصوف کی صدارت میں سلطان خرم کی نظامت میں کیا گیا جس میں نمائندہ شاعروں نے شرکت فرمائی یہ نشست جناب سریندر گوہر کے دولت کدے پر ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اب تک اور نہ جانے کتنے ادبی پروگرام مرکز کی طرف سے ہوئے لیکن مرکز کے سامنے اک اور اہم تعمیری پروگرام تھا یعنی تذکرۂ شعراء سہارن پور سے متعلق زیر نظر شعری مجموعہ "آبشار" کی اشاعت جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

موجوزہ دور میں کسی ادبی شاہکار کی ترتیب واشاعت کے لیے قدم اٹھانا ایک دشوار مرحلہ ہے کیونکہ جہاں بہتر کتابت اور طباعت کی دشواریاں ہیں وہاں قارئین کا حلقہ بہت محدود ہے اس صورت حال کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں کوئی معیاری شعری مجموعہ پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اس مجموعہ کی ترتیب واشاعت اور شعراء کرام کے کلام وتعارف کو حاصل کرنے میں کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا کتنی جدوجہد کی اس کا اندازہ مرکز کے اراکین وہ عہدیداران ہی کرسکتے ہیں اک اک شاعر سے دس دس بار ملنا پڑا تب کہیں جاکر شعراء سہارن پور سے کلام وتعارف حاصل ہوسکا مرکز کے اراکین کے علاوہ بھی کچھ کرم فرماؤں نے کچھ شعراء کا کلام وتعارف مرکز تک پہنچایا جن کا مرکز شکر گذار ہے۔ کتاب ہٰذا کی ترتیب واشاعت کی منزلوں میں جس خلوص اور جس محبت سے محترم واصف عابدی صاحب

نے ہماری رہنمائی فرمائی وہ ہم کبھی فراموش نہیں کر سکتے اگر محترم واصفؔ عابدی ہماری حوصلہ افزائی ور ہنمائی نہ کرتے تو ممکن تھا کہ "آبشار" کو منظر عام پر لانے میں بھی کچھ اور وقت لگتا مرکز مذکور جناب واصف عابدی کا بہت بہت شکر گذار ہے اور "آبشار" کا ایک صفحہ آپ کے نام معنون کرتا ہے۔ مرکز امید رکھتا ہے کہ جناب واصفؔ عابدی کا تعاون ہمیشہ مرکز کے ساتھ رہیگا۔

مرکز جناب ارم عمر پوری کا بھی ممنون ہے کہ انہوں نے ایک دوست کی حیثیت سے ہماری حوصلہ افزائی کی اور تلخ حقیقتوں سے ہمیں آشنا کیا مولوی نشترؔ مظاہری صاحب بھی مرکز کو اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے نیز جناب وقار صدیقی کے بھی ہم ممنون ہیں کہ انہوں نے کراچی سے بذریعہ خطوط "آبشار" کے بارے میں ہمیں مشورے دیئے اور اپنی خوشی کا اظہار کیا جن لوگوں نے "آبشار" کی اشاعت وطباعت میں مرکز کو مالی تعاون دیا مرکز ان کے اسمائے گرامی بصد خلوص واحترام شائع کر رہا ہے۔

اسمائے گرامی

● جناب نواب فریدالحسن کاندھلہ ● جناب سید فرید احمد دہرہ دون ● جناب وقار صدیقی کراچی ● جناب انعام اللہ خاں ● جناب محمد مکرم خاں ● جناب ذیشان سحر ● جناب شمیم تہذیبی ● جناب جلیل احمد صدر امیر خسرو کلچرل سوسائٹی ● محترمہ پدماوتی زوجہ بدھ پرکاش جوہر دیوبندی ● جناب بالیشور کمار جینؔ ● جناب طفیل احمد انصاری ● جناب ترون کمار ● جناب اظہر کاظمی ● جناب راکیش کمار گپتا ● جناب فرقان گل ● جناب مطلوب احمد قریشی ● جناب محمود اختر دلشاد ● جناب آنند پرکاش شرما ● جناب ڈاکٹر ستیہ پرکاش شرما ● جناب چندر پرکاش شرما ● جناب نوشاد احمد خاں (سادو) ● جناب حاجی نوشاد صاحب (ٹینٹ والے) ● جناب حاجی اکرام صاحب (سہارنپور ہوزری اسٹور)

منجانب :- مرکز حیات اردو سہارن پور

"ہدیۂ تبریک"

محترم واصفؔ عابدی صاحب کی خدمت میں

وطن عزیز کے قادر الکلام وصاحب طرز شاعر وادیب مملکت سخن کے تاجدار و جامع نثر نگار جناب سید اخلاق حسین واصف عابدی سہارن پوری مصنف حریم فکر، موجِ کوثر، محراب نظر، لہجوں کے چراغ، صحیفۂ عصمت، صدائے ابوذر، جن کے قلم سے پھوٹنے والی شعاعوں نے ایوان ادب کو منور کررکھا ہے اور جو نصف صدی سے فلسفہ و منطق و تاریخ کے حوالوں سے اپنے افکار واحساسات کے گوہر اردو ادب کے قارئین و اہل نظر کو پیش کرتے چلے آرہے ہیں، اور زندگی کے تلخ تجربات وروح فرسا حادثات اپنی شاعری کے پیکروں میں سموتے ہوئے جادۂ سخن پر گامزن ہیں نیز اپنے شعری وجدان اور مخصوص کردار کو اپنی پہچان بنانے والے فن کار ہیں آپ کو متعدد ادبی انجمنوں نے اعزازات سے نوازا ہے خاص طور پر ۳۰/اگست ۹۷ء کو ہندی ساہیتہ سنستھا سمنوے کی طرف سے بھی آپ کو اعزاز دیا گیا آپ کی ان خدمات کے پیش نظر ادارہ آپ کی خدمت میں ہدیہ تبریک بڑے احترام سے پیش کرتا ہے۔

منجانب ادارہ......

ہدیۂ تشکر

آئی۔ٹی۔سی مشاعرہ کمیٹی سہارن پور اردو ادب کے فروغ اور بقا کے لیے مخلصانہ جد وجہد کررہی ہے اس کا یہ عمل لائق ستائش ہے۔"آبشار" کے لیے اس کمیٹی نے اپنے مالی تعاون سے ہمیں نوازا ہے جس کا ادارہ شکر گذار ہے۔ نیز حضرت امیر خسرو کلچرل سوسائٹی سہارنپور کے صدر جناب جلیل الرحمن صاحب ودیگر متعلقین سوسائٹی کا بھی اراکین مرکز شکریہ ادا کرتے ہیں اور جناب مطلوب احمد صاحب صدر مشاعرہ کمیٹی آئی۔ٹی۔سی وجناب فرقان گل صاحب کے بھی بہت بہت شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا ہے۔

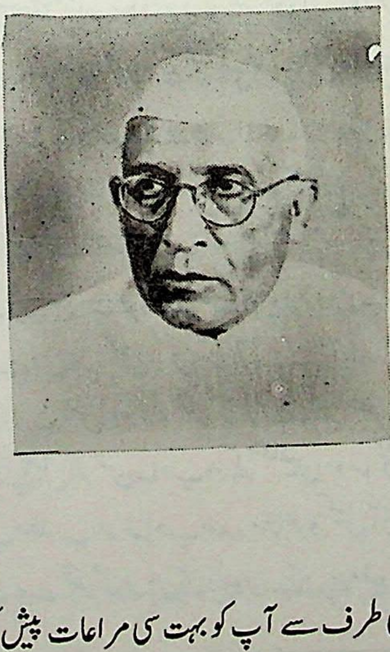
ادارہ......

نذرانۂ خلوص

جناب نواب فریدالحسن کاندھلہ

قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر کی اونچی شخصیت جناب نواب فریدالحسن صاحب اک ایسے باعظمت اور پر وقار خاندان کے چشم وچراغ ہیں جو ۱۸۵۷ء سے اب تک وطن کی آزادی اور بقاء واستحکام کے لیے نمایاں کارنامہ انجام دیتا رہا ہے نواب صاحب کے والد جناب مولوی ظہیر الحسن صاحب مرحوم اپنے مثالی کردار کی بنا پر عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ ایک بڑے زمیندار تھے۔

اور اپنی زندگی میں مختلف عہدوں پر فائز رہے آپ قصبہ کے آنریری منصف مجسٹریٹ وچیئرمین رہے مولوی صاحب مرحوم نے ۱۹۲۱ء میں مسلم یونیورسٹی سے ایم اے کیا خاندانی وجاہت کے پیش نظر حکومت برطانیہ نے ان کو بہت سے عہدوں کی پیش کش کی مگر ان کی ملی غیرت نے گوارہ نہ کیا اور آپ نے اس پیش کش کو نامنظور کردیا کیونکہ آپ ہمیشہ کانگریس سے وابستہ رہے اور ملک وقوم کی فلاح کے لیے کام کرتے رہے مسلم لیگ کی طرف سے آپ کو بہت سی مراعات پیش کی گئیں مسٹر



جناح اور لیاقت علی خاں نے آپ پر دباؤ ڈالا کہ آپ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں مگر آپ تقسیم ملک کے نظریہ کے خلاف تھے اور ملک کی فرقہ پرست طاقتوں کے خلاف آپ کوشش کرتے رہے آخر کار ۱۹۴۷ء میں آپ فرقہ پرستوں کے تشدد کا نشانہ بنے اور شہید کر دیئے گئے نواب فریدالحسن صاحب کے دادا جناب علاء الحسن بھی غیر معمولی شخصیت کے مالک تھے اور کلکٹروں میں شمار ہوتے تھے نواب صاحب کے والد مولوی ظہیر الحسن مرحوم کے دوستوں میں حافظ ابراہیم، مولانا آزاد، مولانا علی میاں قاری طیب مرحوم، پروفیسر رشید احمد صدیقی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ڈاکٹر ذاکر حسین، مولانا حسین احمد مدنی، مفتی عتیق الرحمٰن، پنڈت جواہر لال نہرو، رفیع احمد قدوائی، مولانا اشرف علی تھانوی، شفیع احمد قدوائی، سر ضیاء الدین علی گڑھ پنڈت گوبند ولبھ پنتھ، سر سید احمد خاں علی گڑھ جناب صغیر احمد سکریٹری جناب ظہور احمد سکریٹری لکھنؤ، مولانا شبیر تھانوی، نواب حبیب الرحمٰن علی گڑھ جناب عبد الرحمٰن جناب آئی پی۔ وی چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نواب چھتاروی وائس چانسلر علی گڑھ جناب نور الرحمٰن رجسٹرار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا منظور نعمانی مرحوم ڈاکٹر فریدی ڈاکٹر انصاری لکھنؤ نواب جمشید علی خاں باغپت، قمر عمار احمد وائس چانسلر علی گڑھ ایسے عظیم لوگ رہے اس مقتدر خاندان سے وابستہ نواب فریدالحسن صاحب ہیں جو اپنی زندگی کا طویل عرصہ خدمت خلق کے لیے گزار چکے ہیں آپ کی ذات گرامی ایک تحریک اور ایک کارواں کی حیثیت رکھتی ہے غرباء پروری، ادب نوازی اور علم دوستی سے آپ کی معتبر شخصیت کی تعمیر ہوئی ہے آپ نے اپنے گراں قدر تعاون سے ادارہ کو نوازا ہے شعری مجموعہ "آبشار" کے لیے آپ کے تعاون پر ادارہ مرکز حیات اردو سہارن پور آپ کا شکر گذار ہے اور آپ کی خدمت میں نذرانہ خلوص پیش کرتا ہے آپ مرکز حیات اردو سہارن پور کے سرپرست ہیں۔

منجانب: ادارہ......

پرستاران آبشار

آنجہانی جناب بدھ پرکاش جوہر دیوبندی (سہارنپور)



آپ ملک کے باکمال استاد شاعر تھے آپ ۲/اکتوبر ۱۹۱۲ء کو پیدا ہوئے اور ۶۵ء میں جناب شمبھو دیال سرشار کے جانشین مقرر ہوئے آپ جوہر سخن۔ نقش معتبر موج گنگ۔ نغمہ ناقوس وغیرہ کے مصنف تھے آپ کا انتقال ہو چکا ہے جناب جوہر دیوبندی کا اردو ادب میں اک اہم مقام ہے آپ کہنہ مشق شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ وطن پرست بھی تھے آپ کی زوجہ شریمتی پدمامتی حیات ہیں اور بڑی وضعدار، ملنسار خاتون ہیں۔

پتہ:- گیتا نواس مکھن نگر سہارنپور۔

☆☆☆

جناب سنجے گرگ ایم۔ ایل۔ اے سہارنپور



آپ دل آویز شخصیت کے مالک ہیں آپ کے والد جناب من موہن ناتھ گرگ کا شہر کی باعزت ہستیوں میں شمار ہوتا تھا آپ کی پیدائش ۲۶/دسمبر ۵۷ء کو ہوئی آپ نے بی۔ ایس۔ سی۔ ایل ایل بی تک تعلیم پائی اور جن جاگرن آندولن میں جیل یاترائیں کیں اور مذہبی آندولن کے خلاف پارٹی میں کام کیا اور موت کے منہ میں جانے سے بال بال بچے گاؤں وکاس آندولن میں بھی آپ نے حصہ لیا اور ایٹا میں ناٹک وغیرہ میں شریک ہوئے آپ ۱۰/اکتوبر ۹۶ء کو یوپی کے ایم۔ ایل۔ اے منتخب ہوئے فلاحی اور ادبی کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ اعلی گھرانے سے آپ کا تعلق ہے۔

پتہ:- 4/1075 چکروتہ روڈ سہارنپور

جناب انعام اللہ خاں



آپ سخن فہم اور علم دوست شخصیت کے مالک ہیں آپ ۲۶/دسمبر ۱۹۲۹ء کو سہارن پور میں پیدا ہوئے والد کا نام رشید احمد ہے آپ نے ۱۹۴۱ء میں ہائی اسکول پاس کیا بڑے مخلص اور ادب نواز ہیں اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں آپ کا پیشہ ووڈ کارونگ ہے آپ کی رہائش محلہ بازداران سہارن پور میں ہے اردو کے سچے پرستار ہیں۔

☆☆☆

جناب محمد مکرم خاں



آپ سنجیدگی اور متانت کے پیکر ہیں اور ادبی ذوق رکھتے ہیں مخلص اور زندہ دل شخصیت کے مالک ہیں آپ کی ولدیت ظہیر احمد خاں ہے آپ ۱۹۵۵ء میں قصبہ ملہی پور ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے تعلیم انٹر میڈیٹ ہے ادبی اور سیاسی شعور رکھتے ہیں اور گورنمنٹ روڈویز سروس سے منسلک ہیں۔

پتہ :- ہرن ماران سہارن پور (یوپی)

جناب جلیل الرحمٰن

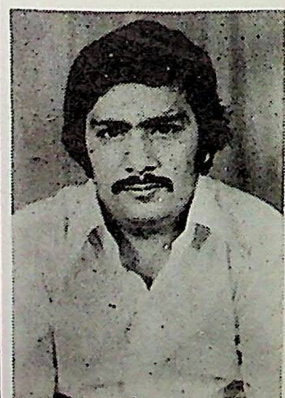


آپ قریشی خاندان کے چشم وچراغ ہیں آپ کے والد حاجی مقبول احمد قریشی مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور قومی وادبی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے جناب جلیل الرحمٰن اپنے اسلاف کا نمونہ ہیں اور امیر خسرو کلچرل سوسائٹی سہارن پور کے صدر ہیں ادب کے پرستاروں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ آئی۔ٹی۔سی کے ہول سیل ڈیلر ہیں اور ہر شخص سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

پتہ:- محلہ خواجہ زادگان سہارن پور یوپی۔

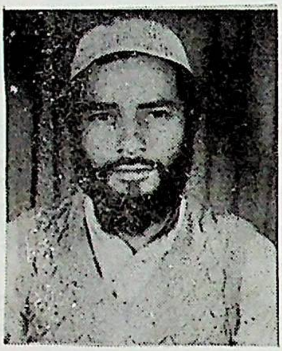
☆☆☆

جناب طفیل احمد



آپ کی جاذب نظر شخصیت ہے آپ اردو ادب سے گہرا لگاؤ رکھتے ہیں آپ ۳۸ء میں بمقام پشاور پیدا ہوئے ولدیت شریف احمد ہے آپ کا تعلق اونچے گھرانے سے ہے اور رٹائرڈ ریلوے گارڈ ہیں آپ نے بی۔اے تک تعلیم حاصل کی آپ بااخلاق، سنجیدہ اور باذوق آدمی ہیں قدرت نے آپ کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

جناب نوشاد احمد خاں (سادو)



آپ شریف النفس، اور حلیم الطبع انسان ہیں اردو شاعری کے مجموعوں اور کتابوں کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں اور ادبی محفلوں میں شریک ہوتے ہیں ادب نواز ہیں آپ کا سال پیدائش ۵۲ء ہے ولدیت حاجی محمد ابراہیم خاں ہے۔ آپ نے مناسب تعلیم پائی بے انتہا خلیق ہیں آپ کا ذریعہ معاش ووڈ کارونگ ہے۔

پتہ:- محلہ چوک بازداران 13/281 سہارن پور۔

☆☆☆

جناب ترن سچدیوا

آپ خلوص کا پیکر ہیں آپ کی پیدائش ۱۰/اکتوبر ۷۶ء کو سہارن پور میں ہوئی آپ کے والد شری رام کمار سچدیوا۔ علم دوست ادب نواز ہیں جناب ترن سچدیوا بھی اپنے بزرگوں کی روش پر گامزن ہیں آپ نے بی۔اے تک تعلیم حاصل کی آپ کی بڑی مصروف زندگی ہے لیکن اس کے باوجود آپ ادب اور آرٹ سے دلچسپی رکھتے ہیں اور ریڈی میڈ کی تجارت کرتے ہیں۔

پتہ:-. محلہ کشن پورہ سہارن پور۔

جناب عبدالرؤف کامل سہارن پوری



خوش اخلاق وخوش اطوار، نئے افکار وخیالات کے حامل، نوجوان شاعر وادیب، فلاحی اور ادبی کاموں میں حصہ لینے والے، اپنی ذات میں ایک انجمن، اپنے پہلو میں دلِ درد آشنار کھتے ہیں اور عرفان کامل کے مصنف ہیں آپ ادارہ مرکز حیات اردو سہارن پور کے نائب صدر ہیں۔

پتہ :- رحیمی ڈیری پل بنجاران سہارن پور۔

☆☆☆

جناب حاجی محمد اکرام



آپ باوضع اور باوقار شخصیت کے مالک ہیں آپ کی ولدیت عید وحسن ہے اور سال پیدائش ۱۹۴۲ء ہے پیشہ تجارت ہے آپ سہارن پور میں پیدا ہوئے ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں آپ کی علم دوستی ادب نوازی کی ہر طرف شہرت ہے آپ ادارہ مرکز حیات اردو سہارن پور کے سرپرست ہیں۔

پتہ :- چوک ہرن ماران سہارن پور

آنجہانی پنڈت بھولا ناتھ شرما



پرُ خلوص ، ملنسار، خوش گفتار صاحب کردار وسیع النظر، ہر محفل کی روح رواں ان سب اوصاف کی حامل تھی وہ شخصیت جس کا عکس آپ کے زیر نظر ہے، پنڈت بھولا ناتھ شرما اسی معتبر شخصیت کا نام ہے۔ ولدیت پنڈت نتھو سنگھ شرما ہے آپ ۱۹۰۱ء میں سہارن پور میں پیدا ہوئے آپ اردو کے پرستاروں میں تھے آپ کی زوجہ شانتی دیوی ہیں اور آپ کے پسران آنند شرما، ڈاکٹر ستیہ پرکاش شرما و مہندر پرکاش شرما آپ کی مثالی سیرت کے اعلی نمونے ہیں آپ کا پتہ۔

گووند عطار۔ ککڑ گنج سہارن پور، یوپی۔

☆☆☆

محترمہ رقیہ فردوس



آپ ادبی ذوق رکھتی ہیں اور خاندانی شرافت کا معیاری نمونہ ہیں آپ کا نام۔ رقیہ فردوس ولدیت عبدالحق ہے سال پیدائش ۱۹۵۷ء اور سکونت سہارن پور ہے اور آپ مرکز حیات اردو سہارن پور کی خازن ہیں آپ کے شوہر ہارون صابر فریدی باکمال شاعر ہیں آپ امور خانہ داری کو بڑے سلیقے سے انجام دیتی ہیں۔

پتہ: ہارون صابر فریدی

رقیہ فردوس معرفت سلمان سنگم اسٹور مصران اسٹریٹ سہارن پور، یوپی۔

اردو ادب کے نقیب

عہدے داران مرکز حیات اردو سہارن پور

بانی : ہارون صابرؔ فریدی

سرپرست
↓
نوابؔ فریدالحسن کاندھلہ
حاجی محمد اکرام "سہارنپور ہوزری"

نگران
↓
واصفؔ عابدی، نشترؔ مظاہری

صدر
↓
سریندر پرشاد گوہرؔ ایم اے

نائب صدر
↓
عبدالرؤف کاملؔ

سیکریٹریز
↓
فیاض ندیمؔ، سید راشدؔ

نائب سیکریٹری
↓
رضوان احمد رضوانؔ

خازن
↓
محترمہ رقیہ فردوس

آڈیٹر
↓
راکیش کمار گپتا ایڈووکیٹ

جنرل سیکریٹری
↓
ہارون صابرؔ فریدی

قافلۂ ادب منزل بہ منزل

یادرفتگاں

شعر

پڑھنا بڑے خلوص سے اس انتخاب کو
ترتیب دے چکا ہوں میں دل کی کتاب کو

فیاض ندیم

ادارہ......

نمونۂ کلام

(۱) مولانا فیض الحسنؒ خیالؔ ﴿صاحب طرز باکمال شاعر تھے﴾

ہنگام ذبح ہاتھ جو اس کا مچل گیا قسمت کی بات تھی کہ مرا وقت ٹل گیا

(۲) جناب حسیب احمد سوزاںؔ ﴿قادر الکلامی مسلم تھی﴾

کس تمنا سے تہہ خنجر قاتل آئے ہاتھ کیا لطف شہادت دم بسمل آئے

(۳) جناب مولانا محمد خاں غریبؔ عظیم شاعر تھے۔

اس کی تعریف ہے حدیثوں میں خاص فضل خدا ہے بسم اللہ

(۴) جناب مرزا عزیز بیگ مرزاؔ ﴿تضمین میں کمال حاصل تھا﴾

حال اضطراب دل کچھ اسے دکھا سکتے نالہ کے ذریعہ سے دکھ اسے سنا سکتے
لطف اسکے جلوے کا دم بدم اٹھا سکتے منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے پرے ہوتا کاش کہ مکاں اپنا

(۵) جناب حکیم الطاف احمد آزادؔ ﴿ہر صنف سخن پر دسترس تھی﴾

کچھ بھی ہو اب میں ہوں اور تیری تلاش کچھ بھی ہو تیرا پتہ مطلوب ہے

(۶) جناب بنواری لال شعلہؔ ﴿صاحب علم و ہنر تھے﴾

ندامت نامۂ اعمال سے ہے خجالت آپ اپنے حال سے ہے

(۷) جناب منشی بال سروپ شکنؔ ﴿غزل خوب کہتے تھے﴾

ترے ہاتھوں کی دستاویز ہیں زخم جگر میرے قیامت میں دکھادوں گا تری تحریر کے بدلے

(۸) جناب حکیم غلام مصطفیٰ حکیمؔ ﴿غزل اور نعت و سلام کے شاعر تھے﴾

اس تمنا میں کہ آئے گا وہ ماہِ نیم شب شام سے گل کر کے بیٹھے ہیں چراغِ خانہ ہم

(۹) جناب سید اصغر عباس اثرؔ ﴿بام علم و ہنر پر مقیم تھے﴾

قطع کی رسم سخن حسنِ بیاں تک پہنچے بے زبانوں کا سلام اہلِ زباں تک پہنچے

(۱۰) جناب منشی محمد احمد احمدؔ ﴿آپ فصیح الکلام تھے﴾

جلوے کسی کے جب نظر آتے نہیں مجھے جی چاہتا ہے آگ لگادوں نظر کو میں

(۱۱) جناب منشی نیاز احمد اقبالؔ ﴿معروف نعت گو شاعر تھے﴾

میں اقبالؔ شامل تو ہوں قافلہ میں مگر قافلہ سے جدا جارہا ہوں

(۱۲) جناب سید زاہد حسین زاہدؔ ﴿قصائد اور سلام کے بادشاہ تھے﴾

اور مجھ مست کو مستِ مئے الفت کردو اور اے بادشہ عرش نشیں تھوڑی سی

(۱۳) جناب سید عارف حسین عارف ﴿قصیدہ نگاری میں ید طولیٰ رکھتے تھے﴾

کچھ شک نہیں صراطِ علی ہے صراطِ حق اس راہ پر ہیں عارفِ حق آشنا کے پاوں

(۱۴) جناب مولانا عبدالکریم مفتوں ﴿غزل کی طرف رجحان طبع تھا﴾

ہمیں سے جان پڑی ہے ترے فسانے میں ہمارا نام ہی فہرست عاشقاں میں نہیں

(۱۵) جناب منشی نور محمد نورؔ ﴿آپکی مذہبی شاعری روحانی سکون بخشتی ہے﴾

بلبلے پانی کے بولے لب ساحل اٹھ کر زندگی اتنی سی ہے دیکھ لے غافل اٹھ کر

(۱۶) جناب مولانا اسعد اللہ اسعد ﴿پیکر علم و عمل اور کہنہ مشق شاعر تھے﴾

آؤ بیٹھیں مرکز انوار کی باتیں کریں پھول برسائیں رخِ دلدار کی باتیں کریں

(۱۷) جناب منشی ثناء احمد، صبر و عصر ﴿ماہر فن عروض قادر الکلام شاعر تھے﴾

مجھے جو بے وفا کہا بجا کہا بجا کہا مگر یہی برا کیا کہ تم نے جابجا کہا

(۱۸) جناب سید جعفر عباس جعفرؔ ﴿مستند اور معتبر شاعر و فنکار تھے﴾

قفس کا نام ہے بدنام اس کو کیا کہیئے ہے ورنہ کونسی بندش جو آشیاں میں نہیں

(۱۹) جناب سید علی عباس عباسؔ ﴿آپکی شاعری جذبات کی ترجمان ہے﴾

امتحاں دامن عصمت کا خدا لیتا ہے ورنہ یوسفؑ سا نبیؑ جائے زلیخا کے قریب

(۲۰) جناب سید اکبر عباس اکبرؔ ﴿فکر رسا کے مالک تھے﴾

اس خلش کا کوئی علاج نہیں دل فسردہ ہے آپ سے مل کے

(۲۱) جناب محمد عارف ادیبؔ ﴿مقتدر فنکار تھے﴾

کمبخت طبیعت بھی آئی تو کہاں آئی وہ موج نسیم گل میں لالہ صحرائی

(۲۲) جناب منشی عبدالغفور غفورؔ ﴿معروف استاد شاعر تھے﴾

ہمکو احباب کی بیگانہ نگاہی سے غفورؔ مل گیا تلخئ احساس کا نذرانہ بھی

(۲۳) جناب سید اصغر عباس اصغر ترمذی ﴿رندی و سرمستی اور جذباتی کیفیت سے آپکی شاعری معمور ہے﴾
بادہ خواروں میں ساغر کھنکتے رہے میکدے میں مناجات ہوتی رہی
(۲۴) جناب محبوب الٰہی رضوی ﴿زبان و بیان کی صلاحیتوں کے مالک تھے﴾
کمال عظمتِ آدم تو دیکھو کہ جنت منزلِ آدم نہیں ہے
(۲۵) جناب بدھ پرکاش جوہر
بخدا سایہ بھی رتبہ میں پیمبر ہوتا مصطفےٰ آتے اگر دہر میں سایہ لے کر
(۲۶) جناب منشی حنیف سیمابی ﴿معیاری اور خوبصورت غزلیں آپ نے کہی ہیں﴾
شعلۂ غم سے مرا دیدۂ تر جلتا ہے کیا قیامت ہے کہ پانی کا شجر جلتا ہے
(۲۷) جناب ڈاکٹر حبیب الرحمٰن تہذیب ﴿آپکا کلام حسن و عشق کی رنگینی سے آراستہ ہے﴾
وہ حسن و عشق کا خلوت کدہ بھی میں نے دیکھا ہے جہاں تہذیب دل پر اعتبار دل نہیں ہوتا
(۲۸) جناب یعقوب علی خان کلام ﴿مملکت سخن کے تاجدار تھے﴾
صنم خانے میں چندن کعبہ میں کافور جلتا ہے ہمارے خانۂ دل میں چراغ طور جلتا ہے
(۲۹) جناب حمید قریشی ﴿غزل کی روائتی قدروں کے امین تھے﴾
ہر غم کو بھول جاؤں اگر میرا بس چلے میں اشک کیوں بہاؤں اگر میرا بس چلے
(۳۰) جناب نصرت قریشی ﴿معتبر شاعر و ادیب تھے﴾
میں نے یوں نصرت گزارے اپنے لمحات حیات سوزِ دل پاتا رہا تسکین دل کھوتا رہا
(۳۱) جناب جوہر قریشی ﴿غزل خوب کہتے تھے﴾
ساتھ اس مونس و دمساز کا چھوٹے گا کبھی دل کے انداز بتاتے ہیں کہ ٹوٹے گا کبھی
(۳۲) جناب مولانا عبدالرحیم مغفور ﴿عالم با عمل اور نعت گو تھے﴾
کس سے مغفور راز دل کہیئے کوئی بھی اپنا راز دار نہیں
(۳۳) جناب سادھو رام آرزو ﴿آپ کا کلام روحانی اور عرفانی قدروں کا حامل ہے﴾
سلجھے نہ کبھی آج تک اسرار من و تو الجھے ہی رہے فطرت ادراک کے گیسو
(۳۴) جناب ظفر تہذیبی ﴿آپکی غزلوں میں کرب اور سوز پایا جاتا ہے﴾
بہت قریب سے دیکھا ہے میں نے دنیا کو سکوں نہیں ہے زمانے میں آدمی کیلئے
(۳۵) جناب ذکریا اسعدی ﴿بے باک صحافی اور بزرگ شاعر تھے﴾
ترے خیال کا عالم ہے اک جہانِ دگر ترے خیال کے عالم میں شام ہے نہ سحر

قافلۂ ادب منزل آ منزل

"ان سے ملئے"

میں تو پھر مطلع سنانے کے لیے بیتاب ہوں
زندگی مجبور کرتی ہے کہ اب مقطع پڑھوں

سرِیندر پرشاد گوہر

ادارہ......

جناب حکیم مشرف مظاہری

سہارن پور کی علمی و صاحب کمال شخصیتوں میں ایک نام حکیم مشرف مظاہری کا ہے۔ آپ جواں سالی ہی میں ہمہ گیر حیثیت و شہرت پا چکے ہیں بر صغیر کی مقتدر شخصیات نے آپ کے کمالات کا اعتراف کیا ہے حکیم مشرف صاحب اصناف سخن وادب کی پابندی کے ساتھ ساتھ جدت طرازی کی طرف مائل ہیں آپ کی عمر کا کارواں قریب ۸۷ سال سے گرم سفر ہے۔ آپ عرصہ تک مشاعروں کی نظامت کرتے رہے ایک کامیاب اور شعلہ نوا استاد شاعر کی حیثیت سے آپ اپنے مداح پیدا کرتے رہے ہیں آپ کی طویل نظم "مناجات" مذہبی شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے، آپ ہفت روزہ "حرم" سہارن پور کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے آپ کا کلام ہندو پاک کے معروف رسائل میں چھپتا رہا ہے آپ کی پیدائش رواں صدی کی دوسری دہائی کے آخر میں علی گڑھ میں ہوئی پہلے ناظرہ اور پھر حفظ کلام پاک کیا عربی و فارسی وار دو کی تعلیم مظاہر علوم سہارن پور میں حاصل کی آپ ہر صنف سخن میں شعر کہہ لیتے ہیں "طشت جواہر" آپ کا علمی کارنامہ ہے۔

حمد

اے خدائے نور و ظلمت خالق ارض و سما
اے کریم بے نیاز اے صاحب جود و عطا

حالت زار مسلماں ہے فزوں تر دم بدم
دامنِ ہستی ہے اس کا داغدار رنج و غم

انقلاب نو بہ نو سے ہر نفس دوچار ہے
بے نصیب و بے سہارا ہے ذلیل و خوار ہے

میں نے مانا یہ ترے احکام پر عامل نہیں
آشنائے رہ نہیں ہے واقف منزل نہیں

صاحب قرآں شفیع المذنبیں کا واسطہ
مظہر حق رحمت اللعالمیں کا واسطہ

پھر مشرف کر خدایا الفتِ قرآن سے
عظمتِ توحید سے اور قوتِ ایمان سے

غزل

اس آگ کے طوفاں سے ہم خندہ بلب گزرے
جس آگ کی گرمی سے فولاد پگھل جائے

کیوں وقت کے ہاتھوں کو بوسے نہ دیئے ہم نے
اس جرم پہ دنیا نے کیا کیا نہ ستم ڈھائے

ادنیٰ سا کرشمہ ہے یہ وقت کی گردش کا
ہیں یوسف دوراں کے انداز زلیخائی

تقدیس مئے و ساغر باقی نہ رہی جب سے
اس دن سے نہ پینے کی ہم نے بھی قسم کھائی

کم ظرف ہیں کیا ساقی میخانے میں سب میکش
جو پی کے نکلتا ہے بدمست نکلتا ہے

کیا نور یقیں پھیلے کیا رنگ وفا چمکے
سانچے میں سیاست کے اب عشق بھی ڈھلتا ہے

جناب مولانا
انعام الرحمٰن انعام تھانوی
﴿سہارن پوری﴾

آپ کا اسم گرامی انعام الرحمٰن ہے آپ کے والدِ محترم حافظ احمد حسن مرحوم متولی جامع مسجد تھانہ بھون تھے۔ طالب علمی کے دور سے ہی آپ کا قیام سہارن پور میں ہے آپ نے فارسی وریاضی کی تعلیم دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور سے عربی کی تعلیم پاکر "فاضل مظاہر" کی اول درجہ کی سند حاصل کی فن شاعری میں آپ تلمیذ الرحمٰن ہیں تمام اصناف سخن پر آپکو دسترس ہے آپ مسلسل ۱۸/۱۷ سال سے شعری نشستوں کی صدارت فرماتے رہے ہیں آغاز سخن کے ایام میں آپکی مختلف نظمیں اخبار "الجمعیۃ" میں شائع ہوتی رہیں آپ فارسی زبان میں بھی شعر کہتے ہیں تاریخ گوئی پر بھی آپکو عبور حاصل ہے دنیائے ادب میں آپکی اہمیت مسلم ہے رجحان طبع غزل کی طرف ہے آپ کا کلام شاعری کے محاسن کا آئینہ دار ہے آپکی عمر قریب ۹۰ سال ہے۔ آپ نے خواجہ عزیز الحسن مجذوب کے دیوان "کشکول مجذوب" کا پیش لفظ لکھ کر نثر کے چہرے کو نکھار بخشا آپکو مختلف انجمنوں کی طرف سے ایوارڈ بھی دیا گیا آپ مقتدر گھرانوں کے معلم اور اتالیق بھی رہے ہیں۔

غزلیں

وہ انداز حسن نظر اوّل اوّل
جب خوشی بھی خوشی نہیں ہوتی
وہ جام مئے تیز تر اوّل اوّل
زندگی زندگی نہیں ہوتی

رہ عشق والفت میں ہم یوں رواں ہیں
کبھی ہوتا بھی ہے نظر کا فریب
کسی کا ہو جیسے سفر اوّل اوّل
آگہی آگہی نہیں ہوتی

نکھر تا ہوا رنگ رخ کا وہ عالم
گر نہ پیدا ہو شانِ عبدیت
فروزاں ہو جیسے سحر اوّل اوّل
بندگی بندگی نہیں ہوتی

وہ اک شوقِ پیہم کا رنگین تصرف
سب کرشمے ہیں عشق کے ورنہ
دعا اوّل اوّل اثر اوّل اوّل
دلبری دلبری نہیں ہوتی

وہ رعنائیِ حسن سادہ و دلکش
کبھی ہوتی ہے پردہ داریِ ہوش
وہ اک جلوۂ کار گر اوّل اوّل
بیخودی بیخودی نہیں ہوتی

بیاں کیا ہو انعام آغاز الفت
ہو نہ عرفاں نفس اگر انعام
تھا اک ذوقِ دیوانہ گر اوّل اوّل
شاعری شاعری نہیں ہوتی

جناب جوہر اخلاقی فریدی

(سہارنپوری)

بزرگ شاعر جناب جوہر اخلاقی ماہ جون ۲۶ء میں بمقام فراش خانہ دہلی پیدا ہوئے اسم گرامی محمد عبدالواحد تخلص جوہر ہے آپ کے والد مرحوم کا نام ڈاکٹر منظور احمد تھا۔ آپ کا خاندان ہمیشہ سے علم و فضل کا علمبردار رہا ہے جناب اللہ دیا اخلاق آپ کے حقیقی دادا تھے جن کی نسبت سے آپ خود کو جوہر اخلاقی لکھتے ہیں آپ نے انگریزی اردو، فارسی، عربی تعلیم پائی آپ کے والد بھی شاعر تھے اور حافظ تخلص کرتے تھے جوہر صاحب کو بچپن ہی سے شعر و ادب سے لگاؤ تھا آپ مشورہ سخن مولانا اسعد اللہ صاحب مرحوم سے لیتے رہے آپ اعزاز یافتہ ہیں میلہ گوگھال کمیٹی نے آپ کو علامہ سخن کا خطاب تفویض کیا تھا آپ کی شاعری میں سوز پایا جاتا ہے آپ کو روائتی انداز میں اپنی بات کہنے کا سلیقہ آتا ہے درس و تدریس آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ آپکو آئی۔ ٹی۔ سی کی جانب سے ۶/۴/۹۷ء کو ایوارڈ دیا گیا اور ایک سال کے لیے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔

غزلیں

پھر اہل جنوں نے کیا وحشت کا ارادہ
اے وسعت صحرا ذرا کچھ اور زیادہ

واقف نہیں تم مرتبۂ اہل جنوں سے
اے اہل خرد کیا کہیں تم لوگ ہو سادہ

پرسش نہیں اس دور میں کچھ مہر و وفا کی
اخلاص نے پہنا ہے تصنع کا لبادہ

تجدید ملاقات پہ ہے طفل تسلی
جوہر وہی اک وعدۂ فردا کا اعادہ

نہ کھینچو یوں کہ یہ گھبرائے محو یاس رہے
قریب آؤ کہ دل کو خوشی کا پاس رہے

چراغ یادوں کے روشن رہے خوشی نہ ملی
ہم ان سے چھٹ کے جہاں بھی رہے اداس رہے

ہے کس کی دشت نوردی میں آبلہ پائی
زباں پہ کانٹوں کی آیا ہے اب نہ پیاس رہے

قرار دل کو ہمارے رضائے یار سے ہے
شکن جبیں پہ اگر ہو سکوں نہ راس رہے

کتاب شوق ہی جوہر وہ نامکمل ہے
وفا سے جس میں ہماری نہ اقتباس رہے

جناب ارشاد زیدی



آپ کی پیدائش سہارنپور میں ہوئی آپ کا نام ارشاد حسین ہے اور ارشاد تخلص کرتے ہیں آپ مستند خاندان سادات کے چشم و چراغ ہیں آپ نے فارسی اور اردو کی تعلیم پائی آپ کے والد سید ولایت حسین مرحوم بڑی خصوصیات کے حامل تھے عرصہ ۷۵ سال سے جادۂ سخن پر سفر کر رہے ہیں شہر کے معروف استاد شاعر حضرت اقبال مرحوم سے آپ کو شرفِ تلمذ حاصل ہے اس وقت آپ کی عمر قریب ۸۸ سال ہے شہر کے ادبی لوگوں نے اتفاق رائے سے آپ کی بے پناہ علمی و ادبی صلاحیتوں کے پیش نظر حضرت اقبال سہارنپوری کا جانشین مقرر کیا تھا آپ خاموشی کے ساتھ خدمت ادب کر رہے ہیں آپ نے غزلیں نظمیں بھی خوب کہی ہیں اور نعت گوئی و سلام و منقبت کے میدان کے شہسوار ہیں آپ کا غزلیات پر مشتمل شعری مجموعہ "شعلۂ فکر" زیر ترتیب ہے۔ آپ جنگ آزادی کے سپاہی رہ چکے ہیں۔

☆☆☆

پتہ: ارشاد حسین محلہ انصاریان چھوٹا امام باڑہ سہارن پور

غزلیں

نزع کا عالم تھا مجھ پر، موت کا آغوش تھا
زندگی تو اور ہی تھی اور میں خاموش تھا

جس کو ذلت کی نظر سے دیکھتے تھے اہلِ دہر
محرمِ رازِ حقیقت بس وہی مدہوش تھا

منزلِ عرفاں کی دوری ناپتا ہے جذبِ دل
دور تھا منزل سے اتنا جس کو جتنا ہوش تھا

رحمتوں کے سائے میں گزری ہے ساری زندگی
میں گنہ کرتا رہا اللہ پردہ پوش تھا

یاد آتا تھا مجھے ارشادؔ وہ دورِ حیات
حشر میں جب بارِ عصیاں کا مرے بردوش تھا

اس زندگی میں یوں تو بہت خوبرو ملے
لیکن یہ جستجو رہی میری کہ تو ملے

آنکھوں سے مئے کے پینے کا دستور ہے یہاں
یہ میکدہ نہیں جہاں جام و سبو ملے

دنیائے پُر فریب سے گھبرا گیا ہے دل
ایسی جگہ بتا کہ جہاں تو ہی تو ملے

یہ راست گوئی زیورِ انسانیت بھی ہے
یہ وصف وہ ہے جس سے تجھے آبرو ملے

ارشادؔ آرزو تری پوری نہ ہو سکی
تو چاہتا تھا مجھ کو کوئی نیک خو ملے

جناب ظہور احمد ظہور



آپ شاعری کے مسلمہ اصول و ضوابط اور روایت سے انحراف کے قائل نہیں ہیں آپ نے زندگی کے صبر آزما مراحل سے عبرت حاصل کی ہے اور مجاہدانہ طور پر زندگی کے حوصلہ شکن لمحات کو جھیلا۔ آپ کا منظر نامہ ہی آپ کی شاعری ہے آپ اپنے محسوسات کو اچھے انداز میں دوسروں کے دلوں میں اتار دینے کی فنکارانہ صلاحیت رکھتے ہیں آپکے کلام میں انفرادیت کا ایک صحت مند پہلو ہے آپ نے نظم و غزل و دیگر اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے آپ تحریکات مذہبی، سیاسی، ادبی اور سماجی کی روح رواں ہیں آپ نے ملک و قوم کی خدمت کی ہے اور کئی بار قید و بند کی سختیاں بھی اٹھائی ہیں آپ کا شعری مجموعہ "آوازیں" شائع ہونے والا ہے آپ کا نام ظہور احمد تخلص ظہور ولدیت برکت علی ہے آپ ۱۳ر ستمبر ۲۲ء کو سہارن پور میں پیدا ہوئے تعلیم ادیب کامل ہے۔ حضرت نور فخر سہارن پور سے آپکو شرفِ تلمذ حاصل ہے آپ بے پناہ ادبی و علمی صلاحیتوں کے مالک ہیں اردو کی ترقی کے لیے جد و جہد کرتے رہتے ہیں۔

نذرِ غالب

تیری شہرت کا یہ عالم کہ جہانگیر ہے تو
جذبۂ حافظ وخیام کی تفسیر ہے تو
کہیں سعدی کہیں عرفی سے بغلگیر ہے تو
آج اردو کی چمکتی ہوئی تقدیر ہے تو
اے شہنشاہ غزل فکرِ رسا کے سرتاج
اک صدی بعد بھی لیتا ہے زمانے سے خراج

بادۂ علم پہ روشن ہیں ترے نقش قدم
تجھ سے وابستہ ہے یہ تذکرۂ لوح و قلم
آگہی کے لیے اوصاف کئے تو نے رقم
تو نے تخیل میں کیا کیا نہ تراشے تھے صنم
گونجتی ہے ترے اشعار میں فطرت کی صدا
تو نے ہر ذرہ کو خورشید جہاں تاب کیا

کہیں میکش کہیں صوفی کہیں دیں دار ہے تو
اہلِ مسند ہے کہیں صاحب تلوار ہے تو
کہیں پابند جنوں ہے کہیں ہشیار ہے تو
کہیں غازی ہے کہیں قافلہ سالار ہے تو

مختلف روپ میں نکھری ہوئی سیرت تو ہے
ناز اردو کو ہے جس پر وہ حقیقت تو ہے
بانیٔ بزم ادب ہے کہیں نقاد ہے تو
کہیں گلشن کہیں طائر کہیں صیاد ہے تو
غم ہستی سے کہیں مائل فریاد ہے تو
اک عجب نوع کی بکھری ہوئی روداد ہے تو
شرح کرنے کو تو کرتے ہیں زمانے والے
خود بھی تشنہ ہیں تری مے کے پلانے والے

واقعی سب سے الگ ہے تری دنیا غالبؔ
مانتے ہیں ترے اعدا ترا لوہا غالبؔ
پھر کہاں پاس یگانہ کہاں مرزا غالب
تیری تقلید کی کرتے ہیں تمنا غالب

ترے مداحوں میں اقبال بھی آزاد بھی ہیں
خوشہ چینوں میں ترے مالک و بہزاد بھی ہیں

جناب زندہ حسن عارف

آپ کا اسم گرامی زندہ حسن ہے عارف تخلص ہے آپ ۱۹۲۶ء میں بمقام محلہ مفتی سہارنپور پیدا ہوئے آپ نے تعلیم انٹر تک پائی آپ ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور میں مدرسی کے عہدے پر فائز ہوئے آپ نصف صدی سے عروس سخن کے گیسو سنوارنے میں مصروف ہیں پہلے آپ نے استاد شاعر قاری خاموش کے سامنے زانوئے ادب طے کیا بعدہٗ قمر مرادآبادی کے شاگرد ہوئے مقامی طور پر اپنے مخلص دوست جناب حکیم مشرف مظاہری سے اصلاح لیتے رہے آپ کے کلام میں تصوف کا رنگ غالب ہے آپ اس وقت ضعیفی کے دور سے گزر رہے ہیں آپ کا نعتیہ مجموعہ "ضیائے مدینہ" شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ آپ کی شخصیت اپنے اسلاف کی سیرت کا نمونہ اور اخلاق ورواداری کا مجسمہ ہے آپ ہر شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے ہیں۔

غزلیں

ابد تک جو رہے قائم ہم ایسی زندگی لیں گے
مٹا کر اپنی ہستی کو حیات سرمدی لیں گے

خرد والے بھی پوچھیں گے ہمیں سے اپنی منزل کو
جنوں کا بانکپن لیکر خضر سے رہبری لینگے

قدم بڑھ بڑھ کے لینگے ایک دن میرے جہاں والے
مرے افکار کی تابانیوں سے روشنی لینگے

زبان خلق پر ہوں گے فسانے تا ابد اپنے
جہانِ عشق میں ایسا وقار دائمی لیں گے

فرازِ طور کے جلووں سے کھیلے گی نظر عارفؔ
متاع ہوش دیکر ہم جہانِ بیخودی لیں گے

قدم لڑکھڑائے ابھی آتے آتے
یہ آخر مجھے کیا بنی آتے آتے

ہوئے یوں ادا بندگی کے مراحل
جبیں نقش پا پر جھکی آتے آتے

ہے تیری عبادت عقیدت کا مرکز
ہوا خم سر بندگی آتے آتے

ابھی تو مرے ساتھ ساتھ آرہا تھا
دغا دے گیا اجنبی آتے آتے

بھٹکتا سر راہ کیسے یہ عارفؔ
ترے غم نے کی رہبری آتے آتے

عہدیداران مرکز ہذا



بائیں سے دائیں۔ بیٹھے ہوئے۔

ہارون صابر فریدی، سریندر پرشاد گوہر، نواب فریدا لحسن، مولوی محمد الیاس نشتر مظاہری، واصف عابدی۔ فیاض ندیم۔ بائیں سے دائیں کھڑے ہوئے سید راشد۔ رضوان احمد رضوان۔

نوٹ:- کچھ عہدیداران مجبوری کی بنا پر گروپ میں شامل نہ ہو سکے۔

قافلۂ ادب

منزل بہ منزل

☆☆ روشن چہرے ☆☆

شعر

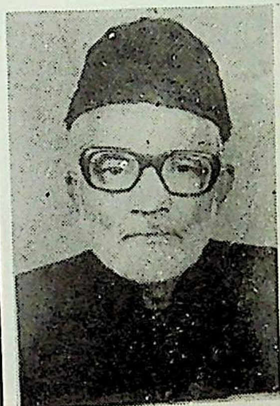
زندگی میں رنگ بھرنے کی اگر ہے آرزو
بیٹھ آکر دو گھڑی دانشوروں کے درمیاں

واصفؔ عابدی

ادارہ......

ہمارے ملک کی وہ چند قد آور ادبی شخصیات کہ جن کو سند کی حیثیت حاصل ہے ان میں واصف عابدی اک محترم و معتبر نام ہے مضبوط مضامین کو لفظی ہنرمندیوں کا لباس دیکر قابل مثال شعر کی شکل دینے میں واصف عابدی کو کمال حاصل ہے موصوف کی شخصیت اہل اردو کیلئے باعثِ فخر ہے دورِ حاضر کی سفاکی وخون آشامی نے آپکے یہاں ناقدانہ شعلہ بیانی پیدا کردی ہے آپکی شعر گوئی کا سفر نصف صدی پر محیط ہے آپکی پچاس سالہ مشق سخن نے ملک کے ادبی حلقوں میں آپکو اک امتیازی مقام دلایا ہے آپکا نام اخلاق حسین والد کا نام اشفاق حسین ہے عمر قریب ۷۲ سال اور وطن سہارنپور ہے آپکے چھ شعری مجموعے حریم فکر، موجِ کوثر، محراب نظر، لہجوں کے چراغ صحیفہ عصمت، صدائے ابوذر" شائع ہو چکے ہیں ساتواں مجموعہ" احساس" زیر ترتیب ہے آپکو انجمن اکبریہ رجسٹرڈ سہارنپور کی جانب سے" تاجدارِ سخن" کا خطاب تفویض ہوا۔ اور محمود علی خان اور مسرور خاں سروہہ ایوارڈ حاصل ہوئے حکومت یوپی نے آپکی شاعرانہ عظمتوں کے پیش نظر ۹۱ء سے آپکا ماہانہ وظیفہ جاری کیا جو مل رہا ہے آپ رواداری و شرافت اور انسانی قدروں کا نمونہ ہیں آپکی بالغ نظری اور فکری توانائی کا آفتاب دنیائے شعر و ادب پر پوری طرح چمک رہا ہے آپکا کلام ملک اور بیرونی ملک کے مشہور ادبی رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے دینی شاعری میں آپ نے نعت گوئی و منقبت نگاری سے قابل قدر اضافہ کیا ہے آپ غزل میں فکر جدید کی علامتوں کا سہارا لیتے ہیں۔

جناب واصف عابدی



پتہ : اخلاق حسین واصف عابدی محلہ انصاریان چھوٹا امام باڑہ سہارنپور، یوپی

غزلیں

جب بھی دیکھا ہے آسمان کی سمت
یاد آئی ترے بیان کی سمت

دیکھ تاریخ کی نگاہوں سے
اپنی عظمت کے آسمان کی سمت

اس کی آواز سے ملی ورنہ
کس کو معلوم تھی اذان کی سمت

اف وہ حسرت سے دیکھنا اس کا
اپنے اجڑے ہوئے مکان کی سمت

قوت جذب کا کرشمہ ہے
دھوپ کا رخ ہے سائبان کی سمت

حادثوں کی صلیب اٹھائے ہوئے
چل دیا کوئی امتحان کی سمت

یہ وبا عام ہوگئی واصفؔ
لوگ چلنے لگے گمان کی سمت

وہ چلے جاتے ہیں پس منظر میں منظر چھوڑ کے
منتخب کرتے ہیں جو پتھر کو گوہر چھوڑ کے

سر چھپانے کو انہیں کوئی جگہ ملتی نہیں
حادثے بھی ہوگئے بے گھر مرا گھر چھوڑ کے

تشنگی کے خشک صحرا میں سفر کرتا ہوں میں
اب یہ عالم ہوگیا میرا سمندر چھوڑ کے

اب نہ ٹوٹے گا کبھی شیشہ گری کا سلسلہ
عکس اپنا جارہا ہوں میں دلوں پر چھوڑ کے

میں نے پہلے ہی کہا تھا یہ روش اچھی نہیں
اب اندھیرے میں رہو مہر منور چھوڑ کے

روح ہو جائے گی زخمی تیرے احساسات کی
خار سے رشتہ نہ کر قائم گلِ تر چھوڑ کے

سرکشی حد سے گزرتی ہے تو واصفؔ قافلہ
بھیڑ میں تبدیل ہو جاتا ہے رہبر چھوڑ کے

جناب مولوی نشتر مظاہری



ہمارے شہر کی سرزمین نے دنیائے ادب کو ہمیشہ ہی قابل قدر شخصیت سے نوازا ہے جناب نشتر مظاہری اسی خطہ کے باکمال اور مقتدر شاعر ہیں جنہوں نے اپنے خون جگر سے گلستان ادب کی آبیاری کی ہے موصوف کے لہجے کی انفرادیت اک نئی فکر کا دروازہ کھولتی ہے نشتر صاحب کے یہاں غزل کی باوقار روائت کی پاس داری کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کے مسائل بھی انتہائی متاثر کن انداز میں ملتے ہیں نشتر مظاہری ایک معتبر آواز کا درجہ رکھتے ہیں اور اپنی فنی صلاحیت کے سبب تمام اصناف سخن کا احاطہ کرنے میں آپکو کمال حاصل ہے نشتر صاحب اپنے جذبے کی آنچ سے شعری سفر میں پوری طرح کام لیتے ہیں آپ ادارہ "پیام صبر و کلام" کے صدر اور شہر کی عظیم المرتبت شخصیت حضرت شاہ احمد صبرِ عصرؒ کے جانشیں ہیں آپ کا نام محمد الیاس تخلص نشتر مظاہری اور ولدیت محمد حنیف ہے آپکی پیدائش ۱۹۳۲ء میں ہوئی وطن سہارنپور ہے آپ کا نعتیہ مجموعہ "حرز آخرت" جلد منظر عام پر آنے والا ہے آپکے یہاں تغزل کے تمام تر آداب پائے جاتے ہیں۔ آپکے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔

پتہ: حکیم مولوی الیاس نشتر مظاہری معتبر دواخانہ میٹ مارکیٹ لکھی گیٹ، سہارنپور

غزلیں

دل کو جب سے مرے چھو گئی تشنگی
بن گئی حاصل زندگی تشنگی

خاک کب تک زمانے کی چھنوائیگی
کچھ بتا دے مجھے بھی مری تشنگی

جنکے قدموں میں دولت کے انبار ہیں
ان میں بھی میں نے محسوس کی تشنگی

عین ممکن ہے مرنے پہ بھی کم نہ ہو
چشم ساقی کے بیمار کی تشنگی

میرا علم و عمل جستجو آرزو
صرف بے مائیگی بے بسی تشنگی

کوئی انساں جہاں میں مکمل نہیں
کچھ نہ کچھ ہے ہر اک میں کمی تشنگی

کربلا تیرا نشتر پہ احسان ہے
تو نے بخشی ہے اس کو نئی تشنگی

ڈرو نہیں رات کا اندھیرا جو انتہائی عروج پر ہے
یہی اندھیرا جو بڑھ گیا ہے علامت آمد سحر ہے

ذرا سا بھی تو گلہ نہیں ہے مجھے زمانے کی دشمنی سے
ملال یہ ہے مرے لہو میں مرے رفیقوں کا ہاتھ تر ہے

خدا بچائے منافقت سے وہ حال ہے اہل مدرسہ کا
ہزار ہا بت ہیں آستیں میں ثنا خدا کی زبان پر ہے

وہ کوئی واعظ ہوں یا کہ صوفی سبھی ہیں اپنی غرض کے بندے
عوام کو ٹھگ رہے ہیں دونوں نہ حق ادھر ہے نہ حق ادھر ہے

کمال طاعت پہ اپنے واعظ بجا اگر ہے گمان تجھ کو
وہ ہم سے رندوں کی بھی سنے گا اگر تری بات میں اثر ہے

ڈبوئیں ہندوستاں کا بیڑہ تلے ہیں اس پر ہمارے لیڈر
نہ انکو الفت ہے کچھ وطن کی نہ انکے دل میں خدا کا ڈر ہے

عوام بیدار ہو رہے ہیں بدل رہی ہے فضائے عالم
یقین سا ہو رہا ہے نشتر کہ آمد صبح منتظر ہے

جناب شوقؔ مانوی

(سہارن پور)

اپنے احساسات کو غزل کے سانچے میں ڈھالنے والے بزرگ استاد شاعر جناب شوق مانوی آج کہنہ مشقی کی اس منزل پر ہیں کہ انکے معتقدان کے لہجے کی انفرادیت کو بخوبی پہچان لیتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ اردو کی تہذیب کا وہ وقار جو اردو والوں کے لیے طرۂ امتیاز ہے وہ آپکی غزل کے روپ میں زندہ ہے آپ ہر صنف ادب میں شعر کہہ لیتے ہیں آپ کا نام عبدالرحمٰن تخلص شوقؔ مانوی ولدیت شیخ چاند ہے آپکی پیدائش سان پور ضلع بجنور میں ہوئی اور عرصہ کم وبیش تیس سال سے شہر سہارنپور میں مقیم ہیں آپ پانچ سال کی عمر میں یتیم ہوگئے تھے اردو فارسی کی تعلیم پائی آپکو غزل کی روایات سے عشق بھی ہے اور جدید تقاضوں کو بھی آپ نے نظرانداز نہیں کیا ہے حضرت مائیؔ جائسی سے. آپکو شرفِ تلمذ حاصل ہے ڈاکٹری آپ کا مقدس پیشہ ہے آپ نے اردو اور فارسی اساتذہ کے کلام کا گہرا تنقیدی مطالعہ کیا ہے آپ ایک زندہ دل اور سنجیدہ شخصیت کے مالک ہیں۔

پتہ: ڈاکٹر شوق مانوی نور بستی سہارنپور

غزلیں

زمانہ ہوگیا مجروح ہے ذوق سفر میرا
مگر پھر راستہ تکتی ہے ان کی رہ گزر میرا

مجھے آخر گماں کب تک نہ ہوان پر محبت کا
تعاقب دور تک کرتی ہے اب ان کی نظر میرا

زمانہ جس قدر چاہے بچھائے راہ میں کانٹے
مری منزل کا ضامن ہے مگر ذوق سفر میرا

مرے دل سے ہے ربط خاص ان آنکھوں کی گردش کو
یہ گردش اب کہاں جائیگی دامن چھوڑ کر میرا

گزاری یوں ترے کوچے میں ساری زندگی میں نے
زمانہ کہہ رہا ہے آج تیرے گھر کو گھر میرا

مرے اشعار گہرے نقش دل پر چھوڑ جاتے ہیں
کرینگے احترام اے شوقؔ یوں بھی دیدہ ور میرا

ایسی راہیں جن میں تو ابتک بھی گھبرایا پھرے
برسوں تیرے ساتھ ان میں صورت سایا پھرے

دل کو ہے یہ انس تجھ سے فاصلوں کے بعد بھی
تیرے آنے کی خبر سن لے تو اترایا پھرے

تھک کے بیٹھا ہوں یہاں بھی کیسی جائے عافیت
اجنبی وادی میں کب تک کوئی گھبرایا پھرے

دیکھئے اب زندگی کو برگ وساز زندگی
زندگی ایسی بھی کیا جینے سے اکتایا پھرے

ناز کر حسن تدبر پر مگر یہ بھی نہ بھول
یوں بھی ہوتا ہے جہاں میں ہاتھ میں آیا پھرے

کچھ بتائے شوقؔ ایسا کیوں ہے اور وہ کون ہے
آنکھ سے اوجھل اگر ہو ذہن پر چھایا پھرے

حامدؔ سہارن پوری



آپ کا نام محمد حامد تخلص حامدؔ سہارنپوری عمر ۶۸ سال ہے وطن سہارنپور ہے آپکے والد فصیح الکلام حضرت احمد ملک کے ممتاز اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے انکو مرکزی حکومت سے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔ جناب حامدؔ سہارنپوری شہر کی اک ایسی ادبی و علمی شخصیت ہیں جو اپنی طبع رسا کے ذریعہ تمام اصناف سخن کے گوشوں کو نمایاں کرتے رہے ہیں غزل موصوف کی محبوب صنفِ سخن ہے آپکے کلام میں ٹوٹے ہوئے دل کی آواز ہی نہیں زندگی کا کرب بھی ملتا ہے آپکی عصری تقاضوں پر گہری نظر ہے اور اپنے ماحول پر گرفت مضبوط ہے آپکی غزلوں میں قدیم و جدید رنگ جھلکتا ہے آپ صاحب نظر شاعر ہیں آپکا حلقۂ تلامذہ بہت وسیع ہے آپکا شعری سفر ۱۹۴۰ء سے جاری ہے آپ نے نامساعد حالات میں اپنی فکر کے چراغ روشن کر کے بڑا کام کیا ہے آپکی شاعری ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی دونوں نظریات کی حامل ہے ملک کے اچھے اخبار و رسائل میں آپکا کلام چھپتا رہتا ہے آپ صحیح معنی میں "مصور جذبات" ہیں مختلف ادبی انجمنوں اور اداروں کے آپ صدر و سرپرست ہیں آپکا شعری مجموعہ "چھلکتے جام" جلد شائع ہونے والا ہے حکومت یوپی نے آپ کا ماہانہ وظیفہ جاری کیا ہے آپ نے اپنے والد محترم سے اکتساب فن کیا اور اب پرورش لوح و قلم کر رہے ہیں۔

پتہ:11/1704/94 گلی 7 نشاط روڈ ابراہیم آباد، سہارنپور۔

غزلیں

کس جگہ لے آئی ہے مجھ کو مری تقدیر کھینچ
اے مصور آ مرے حالات کی تصویر کھینچ

ہے اگر ہمت رہائی کی کوئی تدبیر کر
وقت نے جو پاؤں میں ڈالی ہے وہ زنجیر کھینچ

زندگی کی ساری خوشیاں پھر قدم چومیں مرے
کاتب تقدیر پھر ایسا خط تقدیر کھینچ

رابطہ رکھ اپنے ارباب تعلق سے ضرور
جانے پھر کس موڑ پر لائے تری تدبیر کھینچ

جو دل تاریخ میں پیوست ہو کر رہ گیا
ہو سکے تجھ سے تو بڑھ کر وقت کا وہ تیر کھینچ

تجھ کو حامدؔ ہے اگر اپنی حفاظت کا خیال
دشمنوں کے ہاتھ سے تھامی ہوئی شمشیر کھینچ

جواب جن کا نہیں اپنے ہم نشینوں میں
ہم ایسے سانپ بھی رکھتے ہیں آستینوں میں

رخِ حیات پہ قطرے نہیں پسینوں کے
ہمارا خون بھی شامل ہے ان پسینوں میں

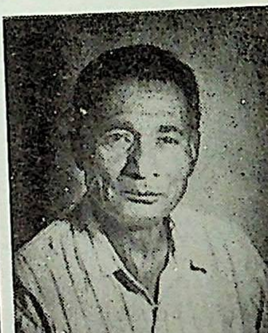
جو دیکھ سکتے نہیں اپنی پستیوں کی طرف
انہیں سمجھتی ہے دنیا بلند بینوں میں

زمیں پہ رہ کے نظر ڈالتے ہو تم جن پر
وہ آسماں ہیں مرے پاؤں کی زمینوں میں

اندھیرے بن کے مقدر رہے غریبوں کا
اجالے ہو گئے تقسیم شہ نشینوں میں

دلوں میں بغض و کدورت ہے آج اے حامدؔ
یہ کس نے رکھ دیے پتھر ان آبگینوں میں

جناب ارؔم عمرپوری
(سہارنپور)



جناب ارؔم عمرپوری کی شاعری قلب انسانی
کے زخموں پر مرہم کے پھائے کا کام کرتی ہے
جس سے ذات اور کائنات کی سچائیوں کا عرفان
ہوتا ہے آپ اک باوقار استاد شاعر ہیں آپ کا نام
محمد یٰسین قلمی نام ارم مقام پیدائش عمرپور ضلع مظفر نگر
ہے آپ یکم اگست ۳۴؁ء کو پیدا ہوئے آپ کی
شاعری کی عمر قریب ۴۶ سال ہے آپ کی محبوب
صنف سخن غزل ہے آپ نے علامہ ابر حسنی گنوری سے
اکتساب فن کیا آپ کے شاگرد اتر پردیش میں پائے
جاتے ہیں آپ اعلیٰ درجہ کے مدرس ہیں آپ کا
ایک مجموعہ غزلیات اور ایک مجموعہ قومی نظموں کا
اور ایک مجموعہ قطعات، رباعیات، دوہے، کا زیر
ترتیب ہے ایک آپ بیتی نثر کی صورت میں ہے
ارم صاحب متواضع اور ملنسار طبیعت کے انسان ہیں۔

☆☆☆☆☆
☆☆☆
☆

پتہ: سرائے قلندر بخش سہارنپور 247001

غزلیں

ایک خوشبو ہم سفر ہے ان دنوں
موسم گل معتبر ہے ان دنوں

بے سبب ہنسنے لگی ہے زندگی
بے سبب رونے کا ڈر ہے ان دنوں

چاند کی آغوش میں ہے چاندنی
رات ہمرنگِ سحر ہے ان دنوں

مسکراہٹ ہے لبوں پر وقت کے
لمحہ لمحہ خوش اثر ہے ان دنوں

میں ہی میں ہوں ہر طرف چھایا ہوا
کب مجھے اپنی خبر ہے ان دنوں

ہے عجب کچھ کیف تنہائی ارمؔ
درد خود ہی چارہ گر ہے ان دنوں

گھر اپنا گھر کے چراغوں سے جل گیا ہے میاں
خود اپنی روشنی سورج نگل گیا ہے میاں

اندھیرے بھیس ہیں بدلے ہوئے اجالوں کا
ڈھلی ہے رات کہاں دن نکل گیا ہے میاں

زمانہ اپنے تجسس سے کوسوں آگے ہے
جنازہ ہوش و خرد کا نکل گیا ہے میاں

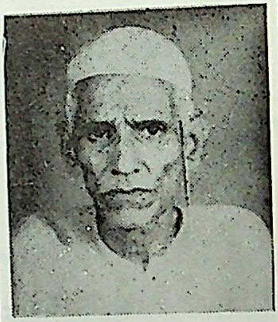
عجیب چیز ہے سکوں کی آنچ بھی کم بخت
ہمارا دین دھرم سب پگھل گیا ہے میاں

دغا فریب کو کہتے ہیں لوگ فنکاری
زمانہ آج بہت کچھ بدل گیا ہے میاں

ارمؔ ہے آدمی باقی نہ آدمیت اب
ہمارا دور مشینوں میں ڈھل گیا ہے میاں

جناب

کوثرؔ تسنیمی



کامیاب کہنہ مشقی اور بامقصد شاعری ریاضت کے بہت سے قابل تحسین پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حساس اور روشن دماغ شاعر گزرتے وقت کی نبض پر اپنی گرفت ڈھیلی نہیں ہونے دیتا۔ یہ خصوصیت جناب کوثرؔ تسنیمی کے یہاں بہت واضح انداز میں ملتی ہے آپ کے ادبی ذوق نے چودہ سال کی عمر سے آپ کو شعر گوئی کی طرف متوجہ کیا آپ کا نام شفقت حسین تخلص کوثرؔ اور والد کا نام لیاقت حسین ہے آپ کی پیدائش ۲۸ء میں ہوئی وطن سہارنپور ہے ابتدا میں اپنے ماموں انوار احمد صاحب قیصر سے اصلاح لی اس کے بعد حکیم عبدالغفور بیتاب اور منشی نورؔ صاحب سے بھی استفادہ کیا آخر میں جناب حنیف سیمابی مرحوم سے نکات شعر سمجھے۔ آپ کی تعلیم مڈل کلاس تک ہے آپ کو آئی ٹی سی کی جانب سے دورانِ مشاعرہ ایوارڈ ملا آپ شعراء سہارنپور کا تذکرہ بھی ایک کتاب کی شکل میں ترتیب دے رہے ہیں ادب کے ساتھ ساتھ آپ سیاست سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔

پتہ: شفقت حسین کوثر تسنیمی محلہ چنور برداران سہارنپور

غــــزلیں

سنولا گئے ہیں دھوپ سے برگ و شجر تمام
صبح حیات لگتی ہے اب دوپہر تمام

آلام روزگار نے کیا کچھ بھلا دیا
یادوں کا سلسلہ تھا ہوا بیشتر تمام

ہر گام پر طلوع ہوئے کچھ نئے افق
منزل ہوئی ہے راہ میں گرد سفر تمام

آواز ہم نفس نہ مروت نہ کچھ خلوص
ویران ہو گیا ہے وفا کا نگر تمام

گھیرے ہوئے ہیں فکر کو تاریکیاں تو کیا
آسودہ ہے نگاہ میں حسن سحر تمام

زندگی اور زندگی کا حوصلہ سب کیلئے
زندہ رہنے کی زمانے میں دعا سب کے لیے

جس میں ہر صورت نکھر جائے غزل کہتے ہیں ہم
ایک ایسا صاف ستھرا آئینہ سب کے لیے

دیکھنے کا حق مجھے بھی ہے تمہیں بھی، سب کو ہے
آنکھ جب چہرے پہ ہے تو دیکھنا سب کیلئے

سارے جھگڑے ہیں جہاں مین جس خدا کے نام پر
وہ خدا وجہِ سکوں پھر کیوں بنا سب کے لیے

آؤ مل کر سوچلیں اک جادۂ خیر العمل
کیوں نہ آخر طے کریں اک راستہ سب کیلئے

جناب کاشفؔ انجمی

جناب کاشفؔ انجمی بزرگ استاد شاعر ہیں۔ آپ نے غزل کی روایت سے رشتہ برقرار رکھا ہے جمالیاتی قدروں کی پاسداری کا عکس آپ کے کلام میں پایا جاتا ہے آپ نے جدید تقاضوں سے بھی صرف نظر نہیں کیا ہے۔ آپ کا نام محمد فائق ہے تخلص کاشفؔ انجمی اور ولدیت منشی سراج الدین انجمؔ ہے آپ کی پیدائش ۱۳۴۶ھ میں ہوئی وطن سہارنپور ہے عمر قریب ۷۲ سال ہے آپ کو شہر کے استاد شاعر جناب ثناء احمد صبر وعصر سے شرف تلمذ حاصل ہے آپ کی نعتیں اور منقبتیں عقیدت و معرفت کا سرمایہ ہیں آپ ادارہ شعاع ادب سہارنپور کے صدر ہیں آپ کا کلام اخبارات وادبی رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے آپ کے والدصاحب بھی کہنہ مشق شاعر تھے آپ کو شاعری ورثے میں ملی ہے آپ اس وقت "حکمت" کر رہے ہیں۔

پتہ: حکیم محمد فائق رجسٹریڈ پریکٹشنر سرائے قلندر بخش سہارنپور

غزلیں

فن کے سورج پہ ٹھہر جائے نظر ممکن نہیں
کون کہتا ہے کہ عرفانِ سحر ممکن نہیں

راس آجائے گا پیغام نظر ممکن نہیں
اس طرح رک جائے گا درد جگر ممکن نہیں

تیرا دیوانہ بہت مضطر ہے اے جانِ حیات
کوئی خط ہی بھیج دے آنا اگر ممکن نہیں

وہ مسافر جس کے نقشِ پا ہیں شمع رہگزر
اپنی منزل سے رہے وہ بے خبر ممکن نہیں

انقلاب آنا ضروری ہے جہانِ فکر میں
ایک مرکز پر رہے فکر بشر ممکن نہیں

ہوش میں آجاؤ کاشفؔ یہ خیال خام ہے
دشمنوں پر ہو محبت کا اثر ممکن نہیں

یار کہتے ہیں کسے رکھا ہے کیا ایثار میں
آج کل جنس وفا نایاب ہے بازار میں

آدمی سے آدمیت کا چلن رخصت ہوا
بے حسی کا رنگ شامل ہو گیا کردار میں

راس آیا ہے انہیں خود اشتہاری کا مزاج
ذکر ان کا جابجا ہے شہر کے اخبار میں

ابتو آجاؤ ہماری پرسش غم کیلئے
ہو چکی معدوم آنکھیں حسرت دیدار میں

رہبران ملک وملت بیچ کر اپنا ضمیر
ہو گئے ہیں دیکھ لو شامل صف اغیار میں

مجھ کو ہے پاس خودی کاشفؔ اسے خود پر غرور
فرق بنیادی ہے یہ اسکے مرے معیار میں

جناب قاری محمد اسحاق حافظ



آپ کا نام محمد اسحاق اور تخلص حافظ ہے آپ شہر سہارنپور میں ۳۰ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد حافظ قاری محمد ابراہیم ایک باوقار شخصیت کے حامل تھے آپ نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی اور جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب کامل کا امتحان پاس کیا آپ کو شعر کہنے کا شوق بچپن سے تھا آپ پہلے باغی تخلص کرتے تھے بعد میں حافظ تخلص اختیار کیا آپ قادر الکلام زود گو شاعر ہیں آپ کی شاعری قومی اور وطنی افکار سے معمور ہے آپ غزل کی آب و تاب اور اس کی روائتی عظمت و سربلندی کے ضامن رہے ہیں قدرت نے آپ کو قلب گداز اور جذبۂ بیباک کی دولت عطا فرمائی ہے آپ غزل کے قدیمی رنگ سے پوری طرح آشنا ہیں اور نظم و قطعات نیز حمد و نعت و سلام بھی خوب کہتے ہیں۔ آپ کی شاعری میں آپ بیتی کے ساتھ جگ بیتی کا عنصر پایا جاتا ہے آپ کی شاعری کا اک طویل سفر زندگی کے منظر نامہ سے وابستہ ہے جو آپ کے فن کار ہونے کی محکم دلیل ہے۔

غزلیں

یہ کون کہتا ہے مجھ کو شکستہ پا ہوں میں
رہِ طلب سے بھی آگے نکل گیا ہوں میں

مری نوا میں کبھی تھی زمانے بھر کی نوا
یہ اور بات ہے اس وقت بے نوا ہوں میں

ستمگروں نے مٹایا جسے زمانے سے
خدا گواہ وہی کشتۂ جفا ہوں میں

تمہارا فرض یہی ہے کہ میری قدر کرو
قسم خدا کی تمہارا ہی مدعا ہوں میں

مرے نشانِ کف پا ہی راہبر ہوں گے
ڈرو نہ قافلہ والو کہ مٹ گیا ہوں میں

مری حیات ہے اوروں کے واسطے حافظؔ
مثالِ شمع سرِ راہ جل رہا ہوں میں

اک ایک داغ شمعِ فروزاں سے کم نہیں
سینہ ہمارا بزم چراغاں سے کم نہیں

ارمان دل کی قید میں محبوس ہو گئے
بزم حیات عرصۂ زنداں سے کم نہیں

دل میں تھا جو بھی ولولہ وہ دفن کر دیا
اب دل کی بزم شہر خموشاں سے کم نہیں

کچھ ربط ہے نہ ضبط، تسلسل نہ ارتقا
یہ زندگی بھی خواب پریشاں سے کم نہیں

یہ تو درست نقطہ موہوم ہے بشر
لیکن یہ نقطہ عالم امکاں سے کم نہیں

حافظؔ بھی ایک رند ہے تسلیم ہے ہمیں
لیکن یہ رند مرد مسلماں سے کم نہیں

جناب انور زبیری



دل کی دھڑکنوں کو لبِ اظہار میں سمو لینے کا فن ہر کسی کو نہیں آتا اس کے لیے کچھ خاص افراد ہی منتخب ہوتے ہیں جناب انور زبیری ان افراد کی صفوں میں شامل ہیں جنہوں نے محبت کے ہمہ گیر جذبے کو شعر کا پیرہن عطا کیا ہے آپ کی عشقیہ شاعری واردات قلبی کا اک شجر ہے جس کی شاخوں پر معرفت کے ثمر پائے جاتے ہیں آپ غمِ زمانہ کو بھی غزل کے لطیف پیرائے میں بیان کرنے کا ہنر جانتے ہیں رندی و مستی جو حافظ شیرازی اور جگر مرادآبادی کے یہاں ملتی ہے وہی انداز آپ کے کلام میں پایا جاتا ہے آپ کا اسم گرامی محمد انور زبیری ولدیت محمد اسمٰعیل اور تخلص انور ہے آپ شہر سہارنپور میں ۱۹۳۱ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۹ء سے آپ کی شاعری کا آغاز ہوا آپ کا پیشہ خیاطی ہے۔ آپ نے شروع میں جناب ثناء احمد صبر سہارنپوری سے اصلاح لی ان کی وفات کے بعد ان کے جانشیں جناب نشتر مظاہری سے مشورہ سخن لیتے ہیں آپ کی طبیعت غزل کی طرف راغب ہے نظم گیت قطعہ و جملہ اصناف ادب پر عبور حاصل ہے۔

پتہ:- محلہ لکھی گیٹ سہارن پور

غزلیں

حریم حسن سے تم نے اگر آواز دی ہوتی
محبت ناز کرتی میری قسمت کھل گئی ہوتی

کسی پر بھی مقامات جنوں کھلتے نہیں ورنہ
ہمارے راستے پر ساری دنیا چل پڑی ہوتی

بدل جاتی تمہارے حسن کے بیمار کی حالت
مسیحا بن کے کچھ تم نے مسیحائی جو کی ہوتی

کہاں رہتا یہ پردہ بات جاتی ان کی دنیا تک
کلائی ان کی مستی میں جو میں نے تھام لی ہوتی

مجھے پامال ہونے کا الم کیوں ہو محبت میں
محبت کے بنا کس کام کی یہ زندگی ہوتی

کرم ہے آپ کا جو زخم بخشا ہے مرے دل کو
نہ ویرانے میں گل کھلتے نہ ہونٹوں پر ہنسی ہوتی

غنیمت ہے وہ زلف عنبریں برہم رہی انورؔ
اگر ایسا نہ ہوتا دل کی قیمت گر گئی ہوتی

تپش سینے میں اپنے صورت پروانہ رکھتے ہیں
دل اک شمع حیات افروز کا دیوانہ رکھتے ہیں

تکلف برطرف یوں بھی ہوا چلو سے پی آئے
مزاج اپنا ہمیشہ سے ہی درویشانہ رکھتے ہیں

شکستہ ہی سہی دل جیسی دولت ہم نے پائی ہے
کسی کی نذر کرنے کو یہی نذرانہ رکھتے ہیں

کوئی طوفان ہرگز لڑکھڑا سکتا نہیں ہم کو
قدم رکھتے ہیں جس منزل میں بیباکانہ رکھتے ہیں

ہماری مستیٔ جاں بے نیاز جام و مینا ہے
تصور میں ان آنکھوں کا حسیں میخانہ رکھتے ہیں

خدا کی شان انورؔ ان کو ہے توحید کا دعویٰ
جو اپنے ساتھ اک بتخانے کا بتخانہ رکھتے ہیں

جنابِ ظہیر اسعدیؔ

جناب ظہیر اسعدیؔ کا کلام جدت طرازی اور نئے طرز تفکر کا ترجمان ہے موصوف نے ادب کے معیار کو بلند کیا ہے آپ کے کلام میں کہیں بھی پژمردگی، درماندگی یا اضمحلال کا گزر نہیں ہے بلکہ آپ کی شاعری جذبے کی شاعری ہے آپ کا پورا نام ظہیر الاسلام اور تخلص ظہیرؔ ہے آپ کے والد مولانا خلیق احمد صاحب ممتاز عالم دین اور محقق و پرہیزگار انسان ہیں ظہیرؔ صاحب کو حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب مرحوم سے نسبت ہے اس بنا پر آپ اپنے آپ کو ظہیر اسعدی لکھتے ہیں آپ کی پیدائش ۱۹۳۸ء میں ہوئی سہارنپور آپ کا وطن ہے آپ نے ایم۔اے۔ اردو تک تعلیم پائی آپ اردو عربی کے بے مثال خوشنویس ہیں ظہیر صاحب کا شعری مجموعہ زیرِ طبع ہے اور ایک کتاب مرقع فن نستعلیق کے نام سے شائع ہونے والی ہے۔ آپ کافی عرصہ سے شعر کہہ رہے ہیں صنفِ غزل سے آپ کو فطری لگاؤ ہے۔

پتہ: جامع مسجد سہارنپور

غزلیں

رہنمائی یہ ہوئی اک جشن عالی شان میں
آج کچھ اپنے پرائے آگئے پہچان میں

دل سہاروں پر عقیدہ ہی نہیں رکھتا کوئی
ہم کو جینے کا سلیقہ آگیا طوفان میں

آپ چاہے کچھ کہیں اس پر مرا ایمان ہے
حوصلہ کرتی ہیں پیدا گردشیں انسان میں

کاش ملتا کوئی آداب وفا سے آشنا
اک قصیدہ ہم بھی لکھ دیتے کسی کی شان میں

جن سے ملتا تھا وفا کا درس ذہن وفکر کو
وہ کتابیں پھینک آئے لوگ کوڑے دان میں

یہ کوئی اچھی علامت ہو نہیں سکتی ظہیرؔ
فرق کرنا ہوگا یہ ایمان و بے ایمان میں

وقت کب بدلے گا کچھ اس کا بھروسا کیا ہے
اپنا کردار ہے اب اس کو سمجھنا کیا ہے

زیست کا صحن تو خالی ہے جہاں کچھ بھی نہیں
دیکھنا اس کا ہے کون اس میں اُگاتا کیا ہے

لوگ چالاک ہیں اک مجمع لگا لیتے ہیں
رخ تو ہر بات کے دو ہیں اسے کہنا کیا ہے

وقت نے چھین لیا میری زباں کو مجھ سے
کون واقف ہے ہنر میرے قلم کا کیا ہے

یہ تو احباب کے احساں کی نشانی ہے ظہیرؔ
چاک دامن ہے گریبان کو سینا کیا ہے

جناب انور تاباںؔ



انور تاباںؔ زبان کے اداشناسوں میں سے ہیں آپ نے حصارِ ذات سے باہر نکل کر تہذیبی زوال اور اعلیٰ قدروں کی پائمالی واخلاقی انحطاط پر اپنی شاعری کی بنیاد رکھی ہے آپ کا نام محمد انور تخلص تاباں ہے آپ کے والد کا نام ڈاکٹر محمد اصغر انصاری (مرحوم) ہے آپ نے بی۔اے۔ایل ایل بی تک تعلیم پائی آپ ۵۵ءء سے شعر کہہ رہے ہیں ابتدا میں گلؔ صاحب سے اصلاح لیتے رہے ان کے بعد جناب مشیر جھنجھانوی کے تلامذہ میں شامل ہوئے آپ کا شعری مجموعہ "سرورِ غم" شائع ہو چکا ہے مجموعہ قطعات ورباعیات بھی منظر عام پر آنے والا ہے آپ کے کلام میں سادگی پائی جاتی ہے آپ انجمن شعر وادب کے صدر اور بھارتیہ بھاشا سنگم کے نائب صدر ہیں آپ ۵۷ءء سے آل انڈیا مشاعروں میں ۸۸ءء تک مستقل شہر کی نمائندگی کا فریضہ ادا کرتے رہے آپ کو مختلف انجمنوں کی جانب سے "خادم ادب" اور ۱۹۸۶ءء میں این۔ایس۔یو۔آئی سہارنپور نے "سریشٹھ شاعر" کے خطاب سے نوازا آپ خلیق اور باکردار انسان ہیں۔

پتہ: انور تاباں S/o ڈاکٹر محمد اصغر پل کمبوھان سہارنپور

غزلیں

وفا کا وہ مری دیں گے صلہ کیا
یہ کیا شے ہے انہیں اس کا پتا کیا

زمانے میں وفا کیوں ڈھونڈتے ہو
زمانہ ہے وفا سے آشنا کیا

بہت پیچھے میں جس کو چھوڑ آیا
مرا اس دوز سے اب واسطہ کیا

بہت سے لوگ اب بھی پوچھتے ہیں
محبت کیا، وفا کیا ہے، خدا کیا

گنوا بیٹھا ہے قدر آدمیت
زمانے کو نہ جانے ہوگیا کیا

ہے جیسی شکل دکھلاتا ہے ویسی
تو پھر تاباںؔ قصورِ آئینہ کیا

الفاظ دوستاں کے وہ نشتر لگے مجھے
اب ان سے بات کرتے ہوئے ڈر لگے مجھے

اس شہرِ بے اماں میں کہاں آگیا ہوں میں
چاروں طرف ہی خوف کا منظر لگے مجھے

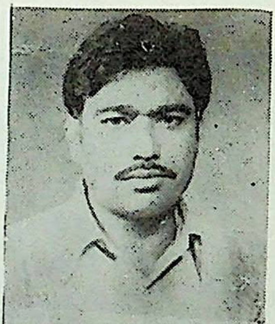
مشکوک ہے نگاہِ زمانہ میں جس کی ذات
وہ شخص بھی خلوص کا پیکر لگے مجھے

آتا ہوں لوٹ لوٹ کے جو اپنے گھر کو میں
بس اک یہی سکون کا محور لگے مجھے

وہ تشنۂ خلوص ہوں دنیا میں دوستو
اک قطرۂ خلوص سمندر لگے مجھے

تاباںؔ رہ حیات کی تنہائی مٹ گئی
آنکھوں کے میری اشک جو لشکر لگے مجھے

جناب ساحلؔ فریدی



فن اور خیال کی جدت سے غزل کو آبرو مند بنانے والے شعراء میں ساحل فریدی ممتاز مقام رکھتے ہیں آپ اس دور میں صحت مند ادبی قدروں کو فروغ دے رہے ہیں اور ایک خوش فکر و خوش نوا شاعر ہیں آپ کی شاعری اک نئی صبح کے طلوع کا بشارت نامہ ہے آپ نظم و غزل قطعات اور نعت و سلام کے ذریعہ شعور وادراک کی گہرائی اور عقیدتوں کی پروائی کو عام کرتے رہے ہیں آپ بیرونی مشاعروں میں شہر کی نمائندگی کرتے ہیں ٹی وی وریڈیو کے ادبی پروگرام میں شامل ہوتے رہتے ہیں کئی بیرونی مشاعروں کی طرف سے آپ کی ادبی خدمات کے پیش نظر آپ کو اسناد پیش کی گئیں اور خطاب سے نوازا آپ کا نام مرزا محمد احمد قلمی نام ساحلؔ فریدی ولدیت حاجی مرزا محمد یوسف ہے ۴۲ء میں آپ کی پیدائش ہوئی سہارنپور آپ کا وطن ہے آپ کی شاعری کا قافلہ ۵۶ء سے گرم سفر ہے ابتدا میں حضرت احمد سہارنپوری سے اصلاح لیتے رہے ان کے بعد جناب غفورؔ سہارنپوری سے اکتساب فیض کیا آپ کا ذریعہ معاش تجارت ہے غفورؔ صاحب کے بعد ان کا جانشیں آپ کو منتخب کیا گیا۔

پتہ:— ۴/۲۳۱ مالیان اسٹریٹ سہارنپور۔یوپی۔

غـــزلیں

ڈھل گئی رات توسورج نے ضیاباری کی
یہ علامت ہے مرے عہد میں بیداری کی

مختصر دور سہی تم نے بھی سرداری کی
تم بتا سکتے ہو مجبوریاں مختاری کی

بے وفاؤں کے لیے واہے درِ شہر تضاد
باوفا کو نہیں امید وفاداری کی

خود میں جھانکو تو بہت عیب نظر آئینگے
ہے بہر زاویہ ترغیب گنہ گاری کی

لوگ نیلام انا سے بھی نہیں باز آتے
اور تعلیم دیا کرتے ہیں خود داری کی

آپ اوروں کی طرح عہد فراموش نہیں
آپ نے اپنے قبیلے ہی سے غداری کی

کچھ سندیافتہ یہ ڈھونڈ رہے ہیں ساحلؔ
سرحدیں ختم کہاں ہوتی ہیں بیکاری کی

میرا ہمزاد میری گھات میں تھا
میں حصار طلسم ذات میں تھا

منزلیں پیشوائی کو بیتاب
میں کہ گم جادۂ حیات میں تھا

دسترس غیر ممکنات میں آج
کل مرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا

صورت اعتبار کیا ہوتی
ترک جب اس کی بات بات میں تھا

آخری سانس تک نہ بھولے گا
کیف جو پہلی واردات میں تھا

دونوں کاندھوں پہ جھولیاں بھاری
خالی کشکول اس کے ہاتھ میں تھا

میرا موضوع گفتگو ساحلؔ
ایک ہی شخص کائنات میں تھا

جناب وقار احمد صدیقی

(مقیم حال کراچی)

جن کی شاعری میں صوری اور معنوی محاسن پائے جاتے ہیں وہ ہیں وقار صدیقی، آپ ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں آپ کا خاندان سہارنپور اوراس کے اطراف کی سیاسی، سماجی معاشرتی اور معاشی سرگرمیوں کا محور رہا ہے آپ سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ کا نام وقار احمد ہے تخلص وقار و پیام رکھتے ہیں آپ کے والد بہار احمد بہار صدیقی اور آپ کی والدہ نعیم فاطمہ نعیم کے زیر سایہ آپ کی شاعرانہ تربیت ہوئی کافی عرصے سے کراچی میں سکونت پذیر ہیں شعر گوئی کا ایک طویل سفر طے کر چکے ہیں آپ نے غزل اور نظم کے علاوہ نعت وسلام و منقبت میں بھی طبع آزمائی کی ہے آپ نے دل کی وادی میں زخموں کے چراغ روشن کیے ہیں آپ کو جناب واصف عابدی سے شرفِ تلمذ حاصل ہے محترم واصف عابدی صاحب نے آپ کو کراچی کیلئے اپنا جانشیں مقرر کیا ہے آپکے تین شعری مجموعے "سرمۂ خاکِ پا" "نقش کفِ پا" "خاموش نغمے" شائع ہو کر علمی حلقوں میں متعارف ہو چکے ہیں آپ خوش فکر، خوش عقیدہ و خوش کلام شخصیت کے مالک ہیں۔

غزلیں

ہمیشہ سامنے آئینۂ خودی رکھنا
دل ونظر میں حقیقت کی روشنی رکھنا

یہ لوگ عالم انسانیت کے دشمن ہیں
ستمگرانِ جہاں سے نہ دوستی رکھنا

قلم اٹھے جو ترا عرض مدعا کے لیے
سجا کے خط میں محبت کے پھول بھی رکھنا

نشاطِ دل کے لیے حسن معرفت کے لیے
سرور غم کو ضروری ہے دائمی رکھنا

ردا عمل کی رہے زندگی کے شانوں پر
قدم قدم پہ یہ احساس لازمی رکھنا

وہ ایک پل جو وقارؔ انقلاب لایا تھا
اس ایک پل کے مقابل تم اک صدی رکھنا

دل میں پھیلی ہے نکہت احساس
آرزو کا مہک رہا ہے لباس

میرے دل کا عجیب عالم ہے
کبھی مسرور ہے کبھی ہے اداس ہے

آپ جتنا قریب آتے ہیں
بڑھتی جاتی ہے اور روح کی پیاس

زندگی کا کچھ اعتبار نہیں
زندگی ہے بس اک گمان وقیاس

کوئی چہرہ نہیں نگاہوں میں
کوئی خاکہ نہیں شعور کے پاس

ناامیدی کا آئینہ ہوں وقارؔ
زندگی ہوگئی ہے پیکر یاس

جناب ہارون صابر فریدی



آپ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں یہ نام ادبی حلقوں میں بڑی عزت سے لیا جاتا ہے آپکا شمار شہر کے ممتاز اور نمائندہ شاعروں میں ہوتا ہے آپ ۷۰ء میں ایک کتاب "نقوش جاوید" کے نام سے ترتیب دے چکے ہیں جو ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سہارنپور کے بقید حیات شاعروں کی دو دو غزلیں اور مختصر مختصر تعارف شائع کیا گیا ہے یہ کتاب ایک ادبی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے اور ملک کی بیشتر لائبریریوں میں آج بھی محفوظ ہے ہارون صابر جناب واصف عابدی اور جناب حنیف سیمابیؔ سے بھی استفادہ کرتے رہے ہیں آپکو جناب غفور سہارنپوری سے شرف تلمذ حاصل ہے اور انہیں بزرگوں کی دعاؤں اور فیض صحبت سے ہارون صابر نے اپنا ایک الگ مقام بنالیا ہے علم نجوم، علم جفر، ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم جیسے علوم بھی آپکے مشاغل میں شامل ہیں شعر کہنے کا بھی آپکا اپنا اک منفرد انداز ہے اپنی بات بڑے خوبصورت انداز سے اپنے شعروں میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں آپکے اشعار میں انتہائی سبک رفتار اور رقص کرتے ہوئے الفاظ نظر آئینگے مورخہ ۱۴ر نومبر ۹۶ء بروز جمعرات ایک ادبی محفل میں جناب واصف عابدی نے آپکی فنی و ادبی صلاحیتوں کے پیش نظر آپکو اپنا جانشیں مقرر کیا آپ کا نام محمد ہارون تخلص صابر ولدیت حاجی محمد اسحاق پیدائش ۱۹۵۰ء وطن سہارنپور ہے آپ اس وقت مرکز حیات اردو کے جنرل سکریٹری ہیں اور زیر نظر مجموعہ آپکی ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے ہارون صابر محب اہلبیت ہیں اور بابا فرید گنج شکر کی نسبت سے خود کو فریدی لکھتے ہیں۔

پتہ:— سلمان سنگم اسٹور مصران اسٹریٹ سہارنپور۔ فون نمبر 742935

غزلیں

یہ کس کا عکس میری ذات میں ہے
ہر آئینہ تحیرات میں ہے

سفر اپنا حسیں لمحات میں ہے
کسی کا ہاتھ میرے ہات میں ہے

وہ جن حالات میں بچھڑا تھا ہم سے
ابھی تک وہ انہیں حالات میں ہے

ہوا کے دوش پر کب تک اڑو گے
تمہاری ڈور میرے ہات میں ہے

مقدر ہی سے ہے ناچار ورنہ
ہنر مندی تو اسکے ہات میں ہے

تمنا، جستجو، ذکرو عبادت
یہ سب کچھ میرے معمولات میں ہے

پگھل جاتے ہیں پتھر دل بھی صابرؔ
اثر اتنا ہماری بات میں ہے

انداز اب پرکھنے کے شاید بدل گئے
کھوٹے بھی سکے مل کے کھروں میں نکل گئے

کرنیں بڑھیں تو تپنے لگا رات کا بدن
شبنم پڑی تو جسم گلابوں کے جل گئے

کہنے کو یوں تو بھول گئے حادثات غم
لیکن نہ دل ملے نہ جبینوں سے بل گئے

مدت سے ایک راہ تھی اک وہ تھے ایک ہم
آیا اک ایسا موڑ کہ رستے بدل گئے

مانگی جو اس نے بھیک تو روٹی نہ مل سکی
پردہ اٹھا تو جیب سے سکے نکل گئے

کوشش تو کر رہے ہو گرانے کی تم ہمیں
لیکن یہ سوچیے کہ اگر ہم سنبھل گئے

شعلہ بنے تو آگ لگا دی بہار کو
شبنم ہوئے تو پھول کے ساغر میں ڈھل گئے

کچھ حادثوں نے ہم کو گلے سے لگا لیا
کچھ حادثات ماں کی دعاؤں سے ٹل گئے

صابرؔ اک انتشار کا عالم ہے شہر میں
شائد وہ جاتے جاتے کوئی چال چل گئے

جناب تحسین نظرؔ

آپ کا نام محمد تحسین اور تخلص نظرؔ ہے آپ بمقام سہارنپور ۱۹۳۱ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۶ء سے مسلسل جادۂ شعروسخن کو طے کررہے ہیں آپ کو جناب سید اصغر عباس اصغر ترمذی مرحوم سے شرفِ تلمذ حاصل ہے آپ کے اشعار میں رموز حیات پائے جاتے ہیں آپ نے طنزیہ لہجہ پایا ہے اصناف سخن میں صنف غزل کو آپ بہت پسند کرتے ہیں آپ کی نعتیہ شاعری بھی عشق رسولؐ کی آئینہ دار ہے آپ نے حادثات زمانہ سے حوصلہ نہیں ہارا ہے وقت کی آندھیوں میں آپ نے فن کا چراغ روشن کر کے زندہ دلی کا ثبوت دیا ہے آپ کے کلام سے زندگی کی تلخیوں کا اظہار ہوتا ہے آپ علمی وادبی حلقوں میں معروف ہیں اور اپنے جذبات کی ترجمانی کرنے میں آپ کو کمال حاصل ہے فرقہ پرستی اور فسادی ذہنیت پر آپ کے تنقیدی اشعار بڑی اہمیت کے حامل ہیں آپ جناب ارم عمرپوری کو بھی اپنا استاد تسلیم کرتے ہیں۔

پتہ: چاند کالونی سہارنپور

غزلیں

فرق بلند و پست نہ کھودوں تو بات کیا
افلاک میں زمیں نہ سمودوں تو بات کیا

تفریق سے جو پڑ گئے دھبےّ نفاق کے
دامن سے زندگی کے نہ دھودوں تو بات کیا

تم دیکھتے رہو مجھے برہم نگاہ سے
تیروں میں اپنا دل نہ پرودوں تو بات کیا

پتھر ہزار ماریئے ہنستا رہوں گا میں
لگتے ہی گل کی چوٹ نہ رودوں تو بات کیا

کیوں معترض ہے مجھ پہ تو اے عالم جنوں
اپنا سفینہ خود نہ ڈبودوں تو بات کیا

حسن عمل سے اپنے نظرؔ دیکھتے رہو
کانٹوں کے کول میں غم نہ چبھودوں تو بات کیا

ہو خیر خدا آج ہے پھر چرخِ کہن سرخ
ظالم کہیں کر دے نہ زمیں اور زمن سرخ

شائد کسی منصور نے حق بات کہی ہے
پھر آج نظر آتے ہیں یہ دار و رسن سرخ

یہ کس کا جنازہ ہے اجل صورت دلہن
حوروں نے سجایا ہے جسے لا کے کفن سرخ

شاداب گلستاں ہے مرے خوں سے ہی گلچیں
ہے میری بدولت ہی ترا آج چمن سرخ

نیتا ہی اٹھاتے ہیں یہاں نت نئے جھگڑے
نیتا جو نہ ہوتے تو نہ ہوتا یہ وطن سرخ

شاعر نہ سمجھ خود کو بزرگوں سے ابھی سیکھ
مدت میں نظرؔ ہوتا ہے فنکار کا فن سرخ

جناب عظمتؔ صدیقی

مختصر بحر میں آسان الفاظ کے ذریعہ اہم اور عمدہ مضامین کہہ کر بہت سے شاعروں نے خراج تحسین وصول کیا ہے جناب عظمتؔ صدیقی کی شخصیت بھی اسی اہمیت کی حامل ہے آپ اپنی غزلوں میں اپنے دل کی بات ہی نہیں بلکہ سماج کی بات کہتے ہیں شاعری کو زندگی بخشنے کے لیے یہ انداز بھی ضروری ہے اردو کو مقبول بنانے کے لیے یہ طریقہ بھی مناسب ہے جناب عظمتؔ صدیقی کا نام محمد اسلم تخلص عظمتؔ صدیقی ہے ولادت کا سال ۱۹۴۱ء اور سکونت شہر سہارنپور ہے آپ نے اپنے والد محترم منشی محمد اعلی عاصی مرحوم سے استفادہ کیا ان کے بعد جناب حسین احمد نواز سے اصلاح لیتے رہے عظمت صاحب کی شاعری کو پختگی بقول ان کے جناب ساحلؔ فریدی کے فیضان نظر سے ملی آپ بانگ حرم، عظمت "اصلاح وطن" اخبارات کے مدیر رہے ہیں۔

☆☆☆

پتہ:- محلہ چوب فروشان سہارنپور، یوپی۔

غزلیں

گو تنگ حال ہم بھی رہے روزگار سے
لیکن نہ بھیک مانگی کسی تاجدار سے

پھیلاتے ہاتھ کیوں ہو زمانے کے سامنے
جو مانگنا ہے مانگئے پروردگار سے

مغرور ہونے کی اسے ایسی سزا ملی
وہ گر گیا ہے آپ ہی اپنے وقار سے

یہ مشورہ مجھے مرے اک دوست نے دیا
تم دوستی نہ کرنا کسی بدشعار سے

اپنے چمن کو آج بھی اپنا نہ کہہ سکا
کیا فائدہ ملا اسے ایسی بہار سے

عظمتؔ سیاسی لوگوں میں بے داغ کون ہے
اجلے لباس میں ہیں سبھی داغدار سے

مرا بچہ بہت کم بولتا ہے
وہ پانی کو ابھی مم بولتا ہے

زباں سدھری نہ اس کی علم سے بھی
ہمیشہ غم کو وہ گم بولتا ہے

یہ عادت اس کی بچپن سے رہی ہے
پٹاخوں کو بھی وہ بم بولتا ہے

نہیں طاقت کسی کی اس کو روکے
وہ اپنے گھر میں جس دم بولتا ہے

خدا جانے اسے کیا ہو گیا ہے
وہ شادی کو بھی ماتم بولتا ہے

رعونت اس کی ہے مشہور عظمتؔ
وہ ہر اک بات پہ ہم بولتا ہے

محمد احمد فداؔ

شہر سہارنپور کی ایک جانی پہچانی ادبی آواز کا نام ہے جناب محمد احمد فداؔ آپکو شاعری وراثت میں ملی ہے آپکے والد گرامی جناب مولانا عبدالقیوم صاحبؒ ناظم مفسر قرآن اور نعت گو شاعر تھے آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور میں حاصل کی اور جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر وادیب کامل کیا شروع میں اپنے والد مرحوم سے اصلاح لیتے رہے پھر جناب جوہر اخلاقی وجناب حنیف سیمابی اور دلاور فگار صاحب بدایونی سے رابطہ قائم کیا دلاور فگار صاحب پاکستان چلے گئے تو جوہر اخلاقی و حنیف سیمابی سے اصلاح لیتے رہے۔ حنیف سیمابی صاحب کے ساتھ ہی میونسپل بورڈ کے ممبر رہے ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۶ء تک انڈسٹریل مسلم گرلز کالج کے نائب صدر رہے اور تاحیات کالج ہٰذا کی سرپرستی کا اعزاز حاصل ہوا اور آپ اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور کے لائف ممبر اور مجلس منتظمہ کے موجودہ صدر ہیں آپکا اسم گرامی محمد احمد اور تخلص فداؔ ہے سکونت محلہ چوب فروشان سہارنپور ہے آپ اچھا اور خوبصورت شعر کہتے ہیں آپکے کلام میں دل کی تڑپ پائی جاتی ہے۔

غزلیں

دشمنی سے نہ دل جلا رکھئے
ذہن و دل کو کھلا کھلا رکھئے

بندمت کرنا سارے دروازے
ایک دروازہ تو کھلا رکھئے

جو تمہارے نہ ہوسکیں ہیں کبھی
ان سے کیسا بھی نہ گلہ رکھئے

وقت پڑنے پہ جو بھی کام آئے
اس کی ہر بات برملا رکھئے

ہو تمہارے جو دوست کا دشمن
اس سے اپنے کو بھی بچا رکھئے

کام کرنا خلوص دل سے فدآ
ذہن ودل میں سدا وفا رکھئے

پیدا وفا و مہر کی عادت نہ کرسکا
وہ بے وفا تھا پیار کی ہمت نہ کرسکا

وہ آپ کا ستم جسے کہئے کرم نما
پیدا ہمارے دل میں وہ نفرت نہ کرسکا

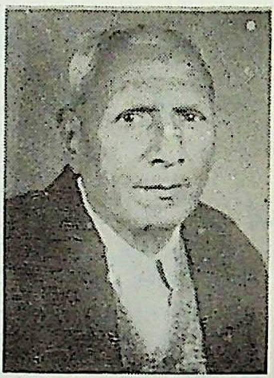
حالانکہ ظلم اس نے کئے مجھ پہ بے شمار
دل میں خلاف اس کے میں نفرت نہ کرسکا

کچھ اپنی کم نگاہی تو کچھ رعب حسن تھا
شاید اسی سبب سے محبت نہ کرسکا

ماضی کی طرح پھر سے وہ مجرم ہے دوستو
افسوس ہے میں اس کی ضمانت نہ کرسکا

پیش نظر تھا جرم محبت مرے فدآ
اپنی زباں سے ان کی شکایت نہ کرسکا

جناب سریندر پرشاد گوہر



وہ فن کار جن کا اسلوب فکر اور بیانیہ احساس انہیں اپنے معاصرین میں امتیازی شان عطا کرتے ہیں ان فن کاروں میں ایک گوہر آبدار کی طرح جناب سریندر پرشاد گوہر کا نام سامنے آتا ہے آپکے کلام میں سادگی پائی جاتی ہے عام بول چال اور روزمرہ آپکے کلام کی بنیادی خصوصیات ہیں آپ تعمیری ادب کے راستے پر گامزن ہیں آپکا نام سریندر پرشاد تخلص گوہر ہے آپ ۲۰ مارچ ۲۹ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئے آپکے والد کا نام ہرگوبند پرشاد ہے آپ نے ایم۔اے (اردو) میرٹھ یونیورسٹی سے پاس کیا آپ عرصہ تک مختلف اسٹیشنوں پر اسٹیشن ماسٹر کے عہدے پر فائز رہے اب رٹائر ہو چکے ہیں آپ اردو کے مقبول شاعر ہیں اور تقریباً ۴۰ سال سے شاعری کی نوک پلک درست کرنے میں مصروف ہیں آپکو جناب ارم عمرپوری سے شرف تلمذ حاصل ہے آپ عرصہ تک انجمن ارتقائے اردو کے جنرل سکریٹری اور بزم ارم کے بھی جنرل سکریٹری رہ چکے ہیں۔اس وقت آپ مرکز حیات اردو سہارنپور کے صدر ہیں۔ سلک گوہر آپکی تصنیف ہے آپکا ایک شعری مجموعہ زندگی شائع ہونے والا ہے۔

پتہ: ہرگوبند بھون چوک ہرن ماران سہارنپور (یوپی) فون نمبر:747466

غزلیں

ماحول صاف ستھرا بناؤں کہاں کہاں
بنجر زمیں میں پھول اگاؤں کہاں کہاں

فٹ پاتھ پر سمیٹے ہوئے دل کی حسرتیں
اوڑھوں اب ان کو اور بچھاؤں کہاں کہاں

اوراق زندگی کے تو پہلے ہی بھر چکے
نقش ونگار غم کے بناؤں کہاں کہاں

نیلی رگیں بھی جسم سے باہر نکل پڑیں
اب راز زندگی کے چھپاؤں کہاں کہاں

گھر پھونک کر میں اپنا تماشہ تو کر چکا
کہئے اب اور آگ لگاؤں کہاں کہاں

ہر اینٹ ساتھ چھوڑ رہی ہے مکان کا
دیوار ودر پہ ٹیک لگاؤں کہاں کہاں

ہر شخص کی نظر ہے خزانوں کی ٹوہ میں
گوہر کو اپنے پاس چھپاؤں کہاں کہاں

گھر تو ہے گھر سے دور پریشانیاں نہیں
دیوار و در ہیں چھت ہے مگر سیڑھیاں نہیں

دریا کے پار چاندی ہی چاندی ہے دوستو
اترو گے کیسے پار اگر کشتیاں نہیں

بستی میں آگیا ہوں کہ صحرا میں کھو گیا
کوئی جگہ نہیں جہاں ویرانیاں نہیں

خوابوں کے پھول آس کی کلیاں تو پاس ہیں
ہاتھوں میں جستجو کی مگر تتلیاں نہیں

یہ دل کا مقبرہ ہے کہ زندانِ آرزو
میں آگیا کہاں کہ کہیں کھڑکیاں نہیں

ارتھی اٹھائے پھرتا ہوں میں اپنے نام کی
شمشان مل گیا ہے مگر لکڑیاں نہیں

گوہر ملے تو کیسے ملے کوئی کیا کرے
ساگر پڑے ہیں خالی کہیں سیپیاں نہیں

جناب اختر علی خاں اختر



درد کے صحرا سے صدا دینے والے فن کار وشاعر جناب اختر علی خاں اختر اپنی غزلوں کے تیور سے الگ پہچانے جاتے ہیں انفرادیت اور ندرت آپ کے کلام کا حصہ ہے اظہاریت کا سفر نامہ تحریر کرنے میں آپ کو مہارت حاصل ہے آپ صاحب نظر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مخلص ودین دار انسان ہیں جو زندگی کے بلند مقاصد پر یقین رکھتے ہیں اور اپنے شعری سفر میں بیکراں عزم سے کام لیتے ہیں آپ کی شاعری چونکا دینے والی ہے آپ کا نام اختر علی خاں قلمی نام اختر اور ولدیت محمد حشمت خاں ہے موضع مجھوتی ضلع ہردوار میں ۴۶ء میں آپ پیدا ہوئے آپ اسلامیہ کالج سہانپور میں لکچرار ہیں بنیادی تعلیم آپ نے آبائی گاؤں ومنگلور میں پائی بعدہٗ سہارنپور دہرہ دون میں مختلف علوم کے زیور سے آراستہ ہوئے آپ اردو، ہندی انگریزی تینوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے چلے آرہے ہیں آپ کا کلام حیات وکائنات کے رموز واسرار کا سرچشمہ ہے جو قاری کے لیے فکری غذا مہیا کرتا ہے اور اہل نظر کو دعوت فکر دیتا ہے۔

غزلیں

آج کے تاریک ذہنوں کو ضیا دیتا ہوں میں
ہوں چراغِ راہ منزل کا پتا دیتا ہوں میں

جانتا ہوں شہر کے بیدرد لوگوں کا سلوک
درد کے صحرا سے پھر بھی کیوں صدا دیتا ہوں میں

میں عطا کرتا ہوں فکر نو کو لفظوں کا بدن
کتنے خوابوں کو تکلم کی ادا دیتا ہوں میں

اب وہ نظریں بھی مری جانب نہ اٹھینگی کبھی
پھر بھی اپنا جان کر ان کو صدا دیتا ہوں میں

آبلوں پر دل کے کرتا ہوں نمک پاشی کبھی
یوں کبھی خود کو محبت کی سزا دیتا ہوں میں

حزن و مایوسی بنے ہوں جنکے جسموں کے لباس
ان کی روحوں کو تبسم کی ردا دیتا ہوں میں

جان کر اختر زمانے کی بلندی کو فریب
خود کو بھی اکثر نگاہوں سے گرا دیتا ہوں میں

قلم آزاد ہو تو داستانِ خوں چکاں لکھوں
لرزتے لب نہ کہہ پائے جو فریاد و فغاں لکھوں

اگر جذبات و احساسات لفظوں میں سمٹ آئیں
تو پھر اس دور کی تاریخ میں شایان شاں لکھوں

حسیں مضمون سب چن لاؤں گلزار تمنا سے
صحیفے پر صحیفے لازوال و بیکراں لکھوں

خلا گر شاہراہ عام بن جائے زمانے میں
شفق پر بیٹھ کر رودادِ ماہ و کہکشاں لکھوں

یہ مانا وہ بہت کچھ بدگماں ہیں مجھ سے ہونے دو
مگر اپنے قلم سے خود انہیں کیوں بدگماں لکھوں

منور کر دیے اذہان دل تسخیر کر ڈالے
میں انکو صدق دل سے کیوں نہ شاہ دو جہاں لکھوں

مجھے اختر کہا کرتے تھے تم مرنے سے ڈرتے ہو
بتاؤ نام اپنا اس جریدے پر کہاں لکھوں

جناب ضمیر درویشؔ



انسان کو اپنے اندر جھانکنے اور انسانی کردار و شخصیت کو بنانے اور بگاڑنے والی طاقتوں اور عوامل کا تجزیہ اپنے اشعار کے ذریعہ کرنے میں جناب ضمیر درویش کو کمال حاصل ہے آپکو تاریخ کے حوالے سے اپنی شاعری کے منظر نامہ کو پیش کرنے کا ہنر آتا ہے آپکا نام ضمیرالدین ہے اور ولدیت امیرالدین آپکی ولادت ۱۹۴۳ء میں سہارنپور میں ہوئی آپ ایم۔ اے پاس ہیں اور آج کل مراد آباد میں مقیم ہیں اور ریلوے میں ملازم ہیں غزلیات کے علاوہ نظمیں بچوں کیلئے ڈرامے، کہانیاں اور ادبی کتب پر مقدمے تبصرے رسائل میں مضامین اور شعری ادب کی اشاعت کی بناء پر آپکو ہر دل عزیزی اور پذیرائی حاصل ہے ریڈیو اور ٹی وی پر بھی آپ بے حد کامیاب فن کار ہیں بیان کی دلکشی اور اسلوب کی انفرادیت آپکے یہاں بڑی اہم چیز ہے آپ معیاری اوصاف کے حامل ہیں آپکا تخلص درویشؔ ہے جو آپکی روشن شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ جس صاف ستھری اور سلیس وجدید لب ولہجہ میں آپ غزل کہتے ہیں کم ہی ایسی غزل کہنے والے ہیں۔

پتہ:- ای ۵۱۔ بی نارتھ ریلوے کالونی مرادآباد

غزلیں

اب کے میرا جیتنا اس جنگ میں دشوار ہے
سامنا سورج کا ہے اور موم کی تلوار ہے

عاجزی میری مجھی سے لے رہی ہے انتقام
میرے ہی پیروں کے نیچے میری ہی دستار ہے

میری آنکھوں سے بھی رکھتا ہے چھپا کر اپنے زخم
مجھ سے پوشیدہ ہے جو انساں بڑا خوددار ہے

کیا خبر کس وقت ہو جانا پڑے بے گھر ہمیں
برف کے دیوار و در ہیں دھوپ کی یلغار ہے

چھوڑ بھی دے یوں پروں میں سر چھپا کر بیٹھنا
تیرے پاس اب بھی تیرے بازو ہیں اور منقار ہے

سانپ کے ڈس لینے سے بھی کم نہیں ہوتا خلوص
اس کا اے درویش کیا کہنا جو یار غار ہے

بچوں نے کچھ نہ لینے کا اقرار کر لیا
اس بار بھی اسی طرح تہوار کر لیا

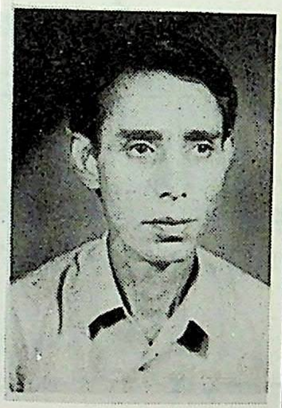
پیسے نہ جب نصیب ہوئے ناؤ کیلئے
دریا کو میں نے تیر کے ہی پار کر لیا

بچوں نے سن کے امن کی جھوٹی کہانیاں
ذہنوں کو جنگ کے لیے تیار کر لیا

میں سوچتا ہوں تیری امیری کو دیکھ کر
یہ تو نے مجھ غریب سے کیوں پیار کر لیا

یہ معجزہ دعا کا ہے ورنہ ہواؤں نے
اس شمع کا طواف کئی بار کر لیا

جناب حیرت رزاقی



جن کی غزلوں میں غنائی عنصر، جمالیاتی رچاؤ، دل پذیری اور تعمیری جدت طرازی پائی جاتی ہے ان شعراء میں ایک معتبر نام حیرت رزاقی کا ہے حیرت رزاقی بہت مدت سے شاعری کے راستے پر چل رہے ہیں وہ ایک سنجیدہ خاموش طبیعت بالشعور شخصیت کے مالک ہیں ان کی شاعری میں جمال و کمال کی رعنائی ملتی ہے۔ حیرت رزاقی کا پورا نام سید مہتاب حسین ہے تخلص حیرت کرتے ہیں نسبت رزاقی ہے آپکے والد سید آفتاب حسین ہیں آپ کو سہارنپور کے استاد شاعر جناب ظفر تہذیبی مرحوم سے شرفِ تلمذ حاصل ہے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۴ر جنوری ۴۲ء اور وطن سہارنپور ہے آپ ایک کتاب بازگشت کے مرتب ہیں اور آپ کا ایک شعری مجموعہ "سفر" شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے "سفر" کے آئینے میں آپ کی شخصیت کو اچھی طرح دیکھا جاسکتا ہے آپکی شاعرانہ صلاحیتوں کا اک نمایاں باب "سفر" ہے آپ کی زندگی کا عکس آپ کی شاعری میں موجود ہے۔

پتہ :- گنپت سرائے سہارنپور۔یوپی

غزلیں

پھر سے آغاز کروں عشق کا انجام کے بعد
ایک دل اور دے یارب دل ناکام کے بعد

تیری محفل میں بھی آئینگے ہم اے جان وفا
ہاں اگر وقت ملا گردش ایام کے بعد

یوں تو پوچھا تھا زمانے نے بہت کچھ لیکن
مجھ کو کچھ یاد ہی آیا نہ تیرے نام کے بعد

میں تو میخانے میں آیا تھا بھلانے ان کو
وہ مگر اور بھی یاد آئے ہر اک جام کے بعد

دل کو تھامے ہوئے پھرتے ہوا بھی سے حیرتؔ
خوں رلائیگی محبت ابھی الزام کے بعد

اہلِ خوشی گئے نہ جہاں اہل غم گئے
ایسے مقام پر بھی کئی بار ہم گئے

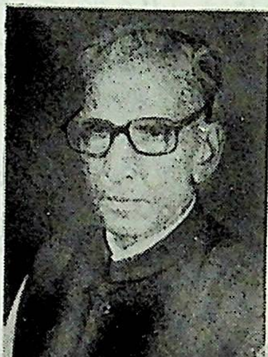
یاد آگیا مجھے مرا ناکام لوٹنا
تیری گلی میں جب بھی کسی کے قدم گئے

اب کس لیے ہے دوستو ساحل پہ یہ ہجوم
کشتی بھی غرق ہو چکی طوفاں بھی تھم گئے

پھر مردہ حسرتوں میں لہو دوڑنے لگا
پھر ہم سے آج کھا کے وہ جھوٹی قسم گئے

حیرتؔ مرے دکھوں کی بس اتنی ہے داستان
قسمت سنور سکی نہ مقدر کے خم گئے

جناب عزمؔ یوسفی



آپکا نام عبدالحمید خاں یوسفی اور قلمی نام عزمؔ ہے ولدیت محمد ابراہیم خاں یوسفی مرحوم عمر قریب ۶۷ سال وطن سہارنپور ہے آپکی شاعری کی عمر ۳۵ سال ہے آپ نے جناب حامد سہارنپوری کے سامنے زانوئے ادب طے کیا پھر جناب حنیف سیمابی مرحوم سے فیض یاب ہوئے آپکی وابستگی سیاسی، سماجی اور اصلاحی وادبی تنظیموں سے رہی ہے کئی انجمنوں کے صدر اور جنرل سکریٹری کے عہدے پر فائز رہے ۹۳ء و ۹۴ء میں آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس سے اپنا کلام پیش کر چکے ہیں آپ حمد، نعت اور منقبت کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر نظمیں اور قومی ترانے کہتے رہے ہیں غزل بھی بہت خوب کہتے ہیں آپ ہفتہ وار قوم کی پکار کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں آپ کو ادبی ذوق بچپن ہی سے رہا ہے۔ اور خاندانی رکھ رکھاؤ کے ساتھ ساتھ محبت واخلاق کا نمونہ ہیں آپکی شاعری میں حسن وعشق کی رنگینی بھی ہے اور معرفت کا عکس بھی، دورِ حاضرہ کی رفتار پر بھی آپکی نظر رہتی ہے اس وقت عدالت دیوانی میں پٹیشن رائٹر ہیں۔ آپکے دو مجموعے زیر ترتیب ہیں۔

پتہ :- 12/743 داؤد سرائے سہارنپور یوپی۔

غزلیں

نکل کے گھر سے مرے دوست رہ گزر پہ نہ جا
بڑا خراب زمانہ ہے توسفر پہ نہ جا

کتابیں بچوں کی خاطر خرید کر لے چل
توخالی ہاتھ اگر ہے تواپنے گھر پہ نہ جا

جہاں میں صبح مسرت ترا مقدر ہے
میں اہلِ غم ہوں مری شامِ بے سحر پہ نہ جا

کہیں سکون سے محروم تونہ ہوجائے
دلِ فریب زدہ دعوتِ نظر پہ نہ جا

عمل کی راہ میں اے عزؔم تجھ کو چلنا ہے
جو بے عمل ہو کسی ایسے راہبر پہ نہ جا

کیسے الفت کے نشاں دلپر ابھارے جائینگے
کس طرح جذبات کے گیسو سنوارے جائینگے

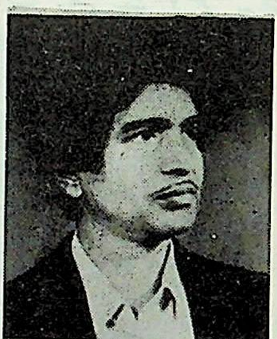
جن سے وابستہ ہیں یاروزندگی کی راحتیں
ابتو نظروں میں وہی منظر اتارے جائینگے

کیا خبر تھی ظالموں کے ہاتھ سے یوں بے خطا
موت کا لقمہ بنیں گے لوگ مارے جائینگے

ان کی محفل جگمگا اٹھے گی جب اہلِ وفا
آنسوؤں کے لیکے پلکوں پر ستارے جائینگے

عزؔم اپنی سر فرازی کا نشاں ہونگے وہی
جو فرازِ دار پر لمحے گزارے جائینگے

جناب اکمل امام



وہ جواں فکر شاعر جس نے حسی مشاہدات کے حوالے سے زندگی کا منظر نامہ اپنے خون جگر سے تحریر کیا ہے وہ ہیں جناب اکمل امام آپ کی شاعری لفظوں کی بازی گری نہیں ہے آپکی شاعری میں جذبہ بولتا ہے آپ کے افکار روح کے زخموں پر مرہم کا کام دیتے ہیں آپ کی غزلوں میں احساس کی شدت پائی جاتی ہے آپ کا نام عبد الصمد قلمی نام اکمل امام ہے ولدیت ظہور احمد مرحوم ہے آپ کی ولادت ۴۶ء میں ہوئی سہارنپور آپ کا وطن ہے آپ کا ایک شعری مجموعہ "گیلی مٹی" شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے آپ خوش اخلاق اور زندہ دل شخصیت کے مالک ہیں چونکہ زندگی کے نرم گرم حالات سے گزرے ہیں اس لیے آپ کے اشعار میں اک خاص کیفیت پائی جاتی ہے آپ کو جناب ساحل فریدی سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

پتہ:— گلی امام علی مالیان سہارنپور، یوپی

غزلیں

بالغ کہا گیا انہیں بچے نہیں رہے
مزدور ہو گئے تو ادھورے نہیں رہے

ابتو ہنسی کی بات بھی کرتا نہیں کوئی
شاید کسی کے پاس لطیفے نہیں رہے

بینائی آگئی تو مقدر بدل گیا
کیلے کے چھلکے پاؤں کے نیچے نہیں رہے

گھر سے نکل چلو کہ نہ الزام آئے گا
دامن پہ اب تو خون کے چھینٹے نہیں رہے

اب جبکہ ان میں کوئی تکلف نہیں رہا
دروازے ہو گئے وہ دریچے نہیں رہے

زردار کے لیے ہے ہر آرائش حیات
یا پھر ہمارے سامنے رستے نہیں رہے

نازاں ہے اپنے قد کی بلندی پہ ہر کوئی
اکمل کسی کی آنکھ میں رتبے نہیں رہے

تجھ کو عجلت کا کیا ملے گا پھل
صبر کا تو سنا ہے میٹھا پھل

چاہیے نسل نو کے انساں کو
مٹھی کھلتے ہی ملنے والا پھل

تم نے تھوکا ہے ہاتھ پر اس کے
اس کی محنت کا کیا یہی تھا پھل

پیش کرتا ہے شیریں مستقبل
حال کی تلخیوں کا کڑوا پھل

دردمندی بھی تلخ گوئی بھی
لطف دیتا ہے کھٹا میٹھا پھل

سمجھا جائے گا بے ضمیر اس کو
شاخ سے نوچ لے جو کچا پھل

زخم رہتے ہیں دل میں یوں اکمل
فریج میں رہ کے جیسے تازہ پھل

سیدہ نرجس زیدی

اردو شاعری میں غم کے اظہار کی اپنی اک تہذیب ہے اور اس تہذیب کی پاسداری وترجمانی بڑی شاعری کو جنم دیتی ہے سیدہ نرجس زیدی اک ایسی شاعرہ ہیں جو داخلی تجربات اور اظہار کے وسیلہ سے تخلیقی حسیت کا جادو جگانے میں اپنا اک امتیازی مقام رکھتی ہیں وہ اپنے شعور کی میزان پر جذبے کو تولتی ہیں نرجس زیدی کی جائے پیدائش بچھرائیوں ضلع مراد آباد ہے وطن میمن سادات ضلع بجنور ہے محترمہ نرجس زیدی کے والد سید علی امیر زیدی مرحوم بڑے پرہیز گار اور صاحب دل تھے نرجس زیدی نے اک مذہبی ماحول میں آنکھ کھولی شعر وشاعری کا شوق بچپن سے تھا ابتداء مذہبی شاعری سے ہوئی عرصہ دراز سے سہارنپور میں قیام ہے سہارنپور ہی میں سیاسیات اور اردو میں ایم۔اے کیا سیدہ نرجس زیدی مذہبی شاعری کے علاوہ غزل کی زیب وزینت اور فکری آرائش کے فن سے بخوبی واقف ہیں آپ کا کلام ملک کے ادبی ودینی رسائل واخبارات میں شائع ہوتا رہا ہے۔

پتہ: سرائے فیض علی پرانی منڈی سہارنپور: یوپی۔

غزلیں

آئی ہونٹوں پہ ہنسی غم سے بغاوت کر کے
کھل گیا پھول خزاؤں میں بھی ہمت کر کے

زندگی تو تو سدا کرتی رہی ہم سے مذاق
ہم بھی دیکھیں گے ذرا تجھ سے شرارت کر کے

دے تو دیتے تری ان طنزیہ باتوں کا جواب
کیا کریں رہ گئے احساس مروت کر کے

ہو سکا گل کسی صورت نہ مرے فن کا چراغ
آندھیاں رہ گئیں خود وقت کی حیرت کر کے

نہ ملے جوہری کوئی تو یہ قسمت نرجسؔ
ہم نے گوہر تو تراشے بڑی محنت کر کے

سادگی میں بھی شان والے ہیں
واہ کیا آن بان والے ہیں

ذوقِ سجدہ زمیں پہ لے آیا
ورنہ ہم آسمان والے ہیں

سنگریزوں سے کیوں نہ گھبرائیں
آئینوں کی دکان والے ہیں

پوچھو کچھ لذت قفس ان سے
جو پرندے اڑان والے ہیں

تم تو واقف نہیں مگر نرجسؔ
تم سے واقف جہان والے ہیں

جناب نسیم سہارنپوری
(مقیم حال بمبئی)

آپ اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں سے بخوبی واقف ہیں آپ کی زندگی حادثات و تجربات کا گہوارہ ہے اس لیے آپ کے کلام میں روح شاعری انگڑائی لیتی نظر آتی ہے اور ادب کی جاندار روایات کا احترام آپ کے یہاں ملتا ہے آپ کے اشعار میں عصری حسیت ہے جس میں ذوقِ جمال نے بڑے اچھوتے انداز سے صورت گری کی ہے آپ ایک ترقی پذیر شاعر ہیں اور گہرے جمالیاتی شعور کے ساتھ عصری وجدان سے رچے بسے آپ کے فن کا سفر جاری و ساری ہے آپ کو شعر و ادب کا ذوق بچپن سے ہے حضرت حنیف سیمابی مرحوم سے آپ نے اکتساب فن کیا آپ اس وقت فلمی دنیا سے وابستہ ہیں اور آج کل بمبئی میں مقیم ہیں مختلف فلموں میں آپ کے گیت آئے ہیں آپ کا نام نسیم احمد تخلص نسیم ہے ولدیت محمد احمد اور سال پیدائش ۱۹۳۵ء ہے منظر نگاری اور مکالمہ میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ مخلصانہ جذبات کے مالک ہیں اور ہر شخص سے بصد خلوص ملتے ہیں۔

غزلیں

چمک رہے ہیں ستارے حسین پلکوں پر
یہ رات کس کے تصور میں ہو رہی ہے بسر

خلا میں جرأت انساں کا ہم سفر بن کر
بھٹک نہ جائے کہیں کاروانِ شام وسحر

جلو میں عظمت دوراں جبیں پہ نور یقیں
گذر رہا ہے ستاروں کی وادیوں سے بشر

بھری بہار نے پھولوں میں آگ بھر دی ہے
چمن کی گود میں سوتے ہیں آتشیں پیکر

اگر چہ سارا زمانہ حسین ہے لیکن
مری حیات کا حاصل تمہاری ایک نظر

نسیم ٹوٹ رہا ہے سکوت شام الم
کہیں قریب سے آواز دے رہی ہے سحر

اکیلا دیکھ کر سہا ہوا ہے
مرا سایہ بھی مجھ سے ڈر رہا ہے

میں اپنے آپ میں گم ہو چکا ہوں
زمانہ کیوں مجھے اب ڈھونڈتا ہے

گناہوں کی تپش سے جل رہا ہوں
سوا نیزے پہ سورج آگیا ہے

بھری دنیا میں تنہا جی رہا ہوں
یہ ناکردہ گناہوں کی سزا ہے

ڈھلا ہے نور کے سانچے میں گویا
وہ انسانوں میں کوئی دیوتا ہے

انہیں پہچان لو قاتل یہی ہیں
جنازہ جنکے کاندھوں پر دھرا ہے

نسیم اس بے وفا کو کچھ نہ کہیے
وہ میرا ہے برا ہے یا بھلا ہے

جناب سدیش کمار معصوم

جناب سدیش کمار معصوم ایک سلجھے ہوئے شاعر ہیں آپکے یہاں عشق کا اظہار ذہنی بیماری کے طور پر نہیں ملتا قدامت کے رنگ اور محتاط طرز بیان نے ان کی شناخت کا گراف تیار کیا ہے آپ کسی مصلحت یا خوشامد کیلئے شعر نہیں کہتے آپکا شائستہ فن سکون قلب اور طمانیت کے نئے باب کھول دیتا ہے آپ کا پورا نام سدیش کمار اور تخلص معصوم ہے ولدیت بشمبر داس ہے آپ نومبر ۳۲ء میں پیدا ہوئے آپکا وطن سہارنپور ہے آپکی تعلیم بی۔اے۔ ایل ایل بی ہے آپ ۱۹۵۸ء سے میدان شعر وسخن میں قدم جمائے ہوئے ہیں ادبی سفر جاری ہے غزل کی روایت کے امین ہیں اور صاف ستھری غزل کہتے ہیں لیکن نظم کی طرف رجحان طبع ہے آپ نے دس سال تک وکالت کی اس وقت کپڑے کی دکان کرتے ہیں فلمی دنیا کیلئے آپ نے بہت سے گیت لکھے جو مقبول ہوئے آپ جناب ساد ھورام آرزو کے لائق شاگرد اور جانشیں ہیں اور آرزو صاحب کی جانشینی کے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں آپ ملنسار اور سلیقہ شعار ہیں آپکی ہر دل عزیز شخصیت ادبی ماحول کے شایان شان ہے آپکی شاعری کا منظر نامہ دل کی دھڑکنوں، اور محبت کے جذبوں سے عبارت ہے۔

غزلیں

کتاب زندگی میں تلخئ غم کا بیاں کیوں ہو
عیاں ہو جس سے رازانکا وہ میری داستاں کیوں ہو

جفا سے انکی تنگ آکر میں کیوں طرز وفا بدلوں
جو انکی داستاں ہے وہ ہی میری داستاں کیوں ہو

جو ہر انساں کو قدرت اک دلِ پرغم عطا کردے
زمانے میں وفا کی جنس پھر اتنی گراں کیوں ہو

نہ کانپیں دست و پا ہرگز بوقت ذبح بھی اے دل
ادب تجھ کو نہیں اسکا یہ قاتل کو گماں کیوں ہو

چمن کو روشنی بخشی ہے جل کر آشیانوں نے
بچا ہے کل جو بجلی سے وہ میرا آشیاں کیوں ہو

بنالے برق کے تنکوں سے معصوم آشیاں اپنا
جلادیں بجلیاں جسکو وہ تیرا آشیاں کیوں ہو

کام بس دو ہی کئے رات بسر ہونے تک
کان آہٹ پہ نظر در پہ سحر ہونے تک

وہ بھی گھبرا کے نہ آجائیں تو میرا ذمہ
زندگی ساتھ تو دے ان کو خبر ہونے تک

انتظار آپ کی آمد کا کیا ہے یوں بھی
دیپ پلکوں پہ جلائے ہیں سحر ہونے تک

عقل نے چھوڑ دیا ساتھ جو آئی مشکل
اور جنوں ساتھ رہا ختم سفر ہونے تک

بیوفا جسم بھی نکلا نہ گیا منزل تک
ساتھ اعمال رہے ختم سفر ہونے تک

جوہری گر نہ ہو ہیرا بھی ہے پتھر معصوم
حسن بے قدر ہے عاشق کی نظر ہونے تک

جناب مبین دھیرؔج

جناب مبین دھیرؔج اپنے افکار کے طلسم کدے میں اک نئی دنیا آباد کئے ہیں ان کی شاعری میں معاشیات اور سماجیات کے مسائل ابھر کر سامنے آتے ہیں وہ نظم، غزل، قطعہ، رباعی پر دسترس رکھتے ہیں ان کی طبیعت کا رجحان نظم کی طرف ہے نظم جناب مبین دھیرؔج کی محبوب صنف ہے جس میں وہ کھل کر اپنی بات کہتے ہیں آپ کا اسم گرامی محمد مبین اور قلمی نام دھیرج ہے آپ کے والد کا نام محمد یٰسین ہے مورخہ ۴ر جولائی ۷۴ء کو شہر سہارنپور میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۱۹۶۵ء میں آپ نے شاعری کی دہلیز پر قدم رکھا آپ کتاب ادب میں ہر روز اک نئے باب کا اضافہ کرتے رہتے ہیں اچھے اور مقبول ادبی اخبارات ورسائل میں آپ کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے آپ کا ذریعہ معاش کمرشیل ڈیزائنر اور کالم نگاری ہے روزنامہ "ہمارا فیصلہ" سے آپ وابستہ ہیں اور اردو ادب کی بے لوث خدمت کررہے ہیں آپکی نظمیں حادثات زمانہ اور اقتصادی الجھنوں سے آراستہ ہوتی ہیں یہی آپ کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

پتہ: لکھی گیٹ ثانی سہارنپور

اعتراف

لوگ کہتے ہیں مرے دل میں محبت ہی نہیں
پیار کے نام سے کچھ مجھ کو عقیدت ہی نہیں
میری تنہائی پہ آواز کسے جاتے ہیں
مجھ پہ الزام ہے کہ حسن سے رغبت ہی نہیں
حسن دلکش سے میں کترا کے نکل جاتا ہوں
وہ یہ کہتے ہیں ترے خوں میں حرارت ہی نہیں

کیونکہ میں اپنی جنوں خیز جوانی کے لیے
بزمِ عالم میں کسی جسم کو اپنا نہ سکا
میری یادیں کہیں جینے کا سہارا نہ بنیں
خواب بنکر میں کسی آنکھ میں لہرا نہ سکا
کتنے ہی جام مری آنکھ سے ٹکرائے ہیں
اور میں ہوں کہ کسی جام کو چھلکا نہ سکا

یہ وہ دنیا ہے جو ظاہر پہ نظر رکھتی ہے
دل کے پردوں میں چھپا راز کوئی کیا جانے
ساز والوں کو تو تنہائی بری لگتی ہے
خود ہے تنہائی بھی اک ساز کوئی کیا جانے
منہ سے نکلے تو زمانے کو پتہ چلتا ہے
گھٹ کے رہ جائے جو آواز کوئی کیا جانے

مانتا ہوں کہ میں اس دور میں اوروں کی طرح
اپنے بگڑے ہوئے حالات بنا سکتا ہوں
میری سانسوں میں سما سکتی ہے زلفوں کی مہک
میں بھی پازیب کی جھنکار پہ گا سکتا ہوں
میرے آگے بھی حسیں جلوے بکھر سکتے ہیں
میں بھی بانہوں میں جواں جسم جھلا سکتا ہوں

خونِ مزدور میں ڈوبی ہوئی اینٹوں کے محل
حسن کے واسطے تعمیر کرا لوں میں بھی
جن ستاروں میں ہو فنکار کی حسرت کی چمک
ان ستاروں کی ہی اک سیج بچھا لوں میں بھی
کر کے ویران بہاروں میں پرائے گلشن
صحن کو اپنے چمن زار بنا لوں میں بھی

میرے ماحول مجھے دعوت آرام نہ دے
خوں ہو مزدور کا جس میں وہ مجھے جام نہ دے

جناب ذیشان سحرؔ



عصری آگہی کے راستے پر سفر کرنے والے شاعر جناب ذیشان سحرؔ اپنے کلام کا جادو کافی عرصہ سے جگا رہے ہیں آپ کی غزلوں میں وقت کی آواز ہوتی ہے آپ بہت سوچ سمجھ کر شعر کہتے ہیں آپ کی طبع رسا کا چراغ آندھیوں سے مسلسل نبرد آزما رہتا ہے اور روشنی پھیلا رہا ہے یہ چراغ تاریکی کا طلسم توڑنے اور اس کو دور کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے آپ کی شاعری ایک تہذیب اور ایک تمدن کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اگرچہ آپ نے کسی سے اکتساب فیض نہیں کیا لیکن آپ کا کلام جاندار ہے آپ تلمیذالرحمٰن ہیں آپ کا پورا نام ذیشان عمر تخلص سحر ولدیت آفتاب عمر ہے عمر قریب ۴۲ سال ہے اور تعلیم بی۔اے ہے آپ مرکز حیات اردو سہارنپور کے خاص معاون ہیں آپ کا ذریعہ معاش بھٹہ اینٹ و کپڑے کا کاروبار ہے کتب و رسائل کا مطالعہ اور شعر گوئی کا ذوق آپ کی دل آویز شخصیت سے وابستہ ہے آپ ایک معیاری شاعر اور صاحبِ دل انسان ہیں۔

پتہ:- عمر بلڈنگ محلہ قاضی سہارنپور، یوپی

غزلیں

ایک اک قطرہ اگر ملتا سمندر ہوتا
موتیوں کا مری آغوش میں لشکر ہوتا

ہر طرف ناگ پھنی پھیل گئی آنگن میں
کاٹ دیتا میں اسے کاش جو گھر پر ہوتا

لوگ پانی کی طرح کاٹ کے پیتے ہیں مجھے
اس سے بہتر تو یہی تھا کہ میں پتھر ہوتا

اونچے محلوں میں کوئی دھوپ کا گاہک ہی نہیں
میں جو فٹ پاتھ پہ ہوتا تو پیمبر ہوتا

میں نے اڑتے ہوئے ذرات کا سر کاٹ دیا
ورنہ اک دھول کا بادل مرے سر پر ہوتا

مجھ سے آسیب زدہ گھر کی طرح دور ہیں لوگ
میں کسی کھیت کی مانند ہی بنجر ہوتا

موم کی طرح پگھلتا نہ سحرؔ میرا وجود
برف سا ہاتھ جو اس کا مرے دل پر ہوتا

ہم سفر چھوڑ کے جاتا ہے تو اچھا جائے
عمر گزرے گی کہاں اب تو یہ سوچا جائے

وقت کے پاؤں سے کانٹے نہ نکالے جائیں
نشتر غم سے اسے اور کریدا جائے

اونچے محلوں نے مری دھوپ بھی گروی رکھ دی
مجھ کو سورج نظر آجائے تو پوچھا جائے

زندگی کوئی کھلونا تو نہیں ہے لوگو
جس کو سو بار بنایا کبھی توڑا جائے

مری تصویر کی آنکھوں سے لہو برسے گا
دیکھنے والے سے اب کچھ نہ چھپایا جائے

عمر کٹ جائے فسانے کا تسلسل نہ گھٹے
میں سناتا ہی رہوں اور تو سنتا جائے

ایسے بچھڑا ہے سحرؔ مجھ سے بہاروں میں کوئی
ٹوٹ کر پیڑ سے جیسے کوئی پتا جائے

جناب سردار انورؔ قریشی



زندگی "دردِ مشترک" سے عبارت ہے اس حقیقت کو سامنے رکھ کر سردار انورؔ کی شاعری کا جائزہ لیجئے تو آپ کو ان کے اشعار میں اس اہم گوشے کی طرف نظر جانے میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی جناب سردار انور کی غزلیں سوزِ حیات میں ڈھلی ہوئی ہیں، مشاہدات اور محسوسات کی ایک دنیا اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں اور اپنے کرب کا اظہار مختلف زاویوں سے کرتے ہیں آپ کا نام سردار انور قریشی اور تخلص انورؔ ہے ۲/اکتوبر ۱۹۴۹ء کو آپ قریشی گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کا وطن سہارنپور ہے آپ تقریباً تیس سال سے شعر کہہ رہے ہیں کلام میں پختگی اور جاذبیت پائی جاتی ہے جناب ارم عمرپوری کے سامنے آپ نے زانوئے ادب طے کیا اور نظم و غزل و قطعات و دیگر موضوعات سخن پر طبع آزمائی کرتے رہے ہیں آپ ایک اچھے شاعر اور اچھے انسان ہیں جو انسانی ہمدردی کا جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔

☆☆☆

غزلیں

پھر دردِ مشترک کے انہیں سلسلوں کے نام
تازہ غزل اک اور شکستہ دلوں کے نام

منصف دبا گیا ہے بڑی احتیاط سے
ابھرے تو تھے جبیں پہ مرے قاتلوں کے نام

جن سے چلے تھے ان کی طرف لوٹنا تو دور
ذہنوں میں بھی نہیں ہیں اب ان ساحلوں کے نام

اونچی ہے میرے ہاتھ سے زنجیرِ در بہت
پیغام لے کے جاؤ کوئی عادتوں کے نام

تمہارے ہاتھ سے پینے کا پاس رکھتے ہیں
وگرنہ ہم تو سمندر کی پیاس رکھتے ہیں

تم اپنی آنکھ کو روکو کسی سے کچھ نہ کہے
ہمارے لب تو ہنسی کا لباس رکھتے ہیں

خوشی کے خواب نہ دیکھو اداس لمحوں میں
خوشی کے خواب ہی اکثر اداس رکھتے ہیں

کچھ اس طرح کے مسافر بھی ساتھ ہیں انورؔ
جو واپسی کے سفر کی بھی آس رکھتے ہیں

جناب نصرتؔ ظہیر

مقیم حال دہلی



جناب نصرتؔ ظہیر اک ایسے باوقار شاعر ہیں جن کی فکر رسا مختلف سمتوں میں سفر کرتی نظر آتی ہے آپکو الفاظ کا جادو جگانے میں مہارت حاصل ہے آپکی شاعری حادثوں تلخیوں اور الجھنوں سے عبارت ہے اور عصری تقاضوں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے آپ ایک باکمال شاعر وادیب معتبر کالم نگار ہیں اور نثر کے میدان میں طنز ومزاح کے تیر چلانے کا آپ کو ہنر آتا ہے آپ روزنامہ ملاپ، تیج وغیرہ میں کام کرنے کے بعد آج کل روزنامہ قومی آواز میں کالم نگاری کی حیثیت سے کام کررہے ہیں آپ ’’تحت الفظ‘‘ ابن بطوطہ کا دوسرا سفر اور ’’بقلم خود‘‘ جیسے نثری مجموعوں کے مصنف ہیں ان کتابوں پر آپکو انعامات سے نوازا گیا آپ ادبی دنیا میں کافی مقبول ہو کر داد تحسین حاصل کرچکے ہیں آپ کا نام وقلمی نام نصرتؔ ظہیر ہے آپ کے والد صوفی عبدالعزیز قادری معروف نعت گو شاعر ہیں۔ آپ ۹ / مارچ ۱۹۵۱ء کو سکندر آباد ضلع بلند شہر میں پیدا ہوئے تعلیم گریجویشن ہے اس وقت دہلی میں مقیم ہیں اور ادب کی خدمت کررہے ہیں۔

فقط اک جست کافی تھی وہاں سے
کمندیں تم نے ڈالی ہیں جہاں سے

ستارے ٹوٹ کر گرتے رہیں گے
زمیں لڑتی رہے گی آسماں سے

وہی میں ہوں وہی میری کہانی
نیا قصہ کوئی لاؤں کہاں سے

وہ جس کا حوصلہ حد اور شمار میں بھی نہ تھا
پڑا جو وقت تو پہلی قطار میں بھی نہ تھا

تو مجھ سے ہار کے نادم ہے پر یہ سوچ ذرا
کہ فائدہ تو ترا میری ہار میں بھی نہ تھا

وہ مجھ سے روٹھ گیا ہے تو میں نے جانا ہے
کہ اس قدر تو خلوص اسکے پیار میں بھی نہ تھا

مجھے پہچانتا کوئی نہیں ہے
مگر ناآشنا کوئی نہیں ہے

میں کھو بیٹھا ہوں ہر پہچان اپنی
مرے گھر کا پتہ کوئی نہیں ہے

یہ سازش تو نہیں ہے اے رفیقو
کہ اب مجھ سے خفا کوئی نہیں ہے

وہاں پر ہیں نشاں منزل کے نصرتؔ
جہاں سے راستہ کوئی نہیں ہے

دل میرا اسکے ذکر سے بہلا رہے ہیں لوگ
کس حسن احتیاط سے تڑپا رہے ہیں لوگ

کچھ میرے مسئلہ بھی ہیں الجھے ہوئے مگر
کچھ اپنے مشوروں سے بھی الجھا رہے ہیں لوگ

کھڑا ہوں بھیڑ میں تنہا اور اس خیال میں ہوں
کوئی تو پوچھنے آئے گا کیسے حال میں ہوں

نتیجہ یہ ہے ہر اک سمت کے تعاقب کا
کہ گھر جنوب میں ہے اور میں شمال میں ہوں

جناب جمیل مانوی

(سہارنپور)

آپ ایک ایسے شاعر ہیں جن کی شاعری زندگی کی تلخ سچائیوں سے آراستہ اور ثروت فکر واحساس سے مالا مال ہے آپ کے افکار اخلاقی اور روحانی اقدار کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جمیل مانوی صاحب نے روحانی وجذباتی رشتوں کے حوالے سے زندگی کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اس میں وہ پوری طرح کامیاب ہیں آپ کی نگاہوں میں اک شاندار ماضی ہے جوایک قوم کی عظمت کی نشاندہی کرتا ہے اس لیے ان کا قلم حریم نظر میں بڑے سلیقے سے چلتا ہے۔ جمیل الرحمٰن نام اور تخلص جمیؔل ہے ولدیت عبدالرحمٰن شوق مانوی اور ولادت سان پور ضلع بجنور ہے بہت مدت سے شہر سہارنپور میں رہ رہے ہیں آپ کی تعلیم ادیب کامل۔ڈی یو ایم ہے ۱۹۶۹ء سے شاعری کی دنیا میں قدم جمائے ہوئے ہیں جناب وقار مانوی سے اصلاح لیتے رہے بعدہٗ اپنے والد محترم جناب شوق مانوی سے باقاعدہ منسلک ہوگئے دینیات، فلسفہ اور تاریخ کا مطالعہ کرنا آپکی خوش ذوقی کا ثبوت ہے۔

پتہ: ڈاکٹر جمیل مانوی گھاس کانٹہ چکروتہ روڈ سہارنپور

غزلیں

بوئے غم جب ان شبستانوں سے ہو کر جائیگی
سونے والوں کے لہو میں بجلیاں بھر جائیگی

تم نے کیا سمجھا ستم سے زندگی مر جائے گی
یہ لہو کی بوند ہم کو معتبر کر جائے گی

ہاں ہمیں تھے قافلہ سالار اے گرد سفر
راہ بھولے ہیں تو کیا پہچان بھی مر جائے گی

ہیں تھکے ماندہ شکستہ دل مگر بددل نہیں
جب نظر اٹھے گی منظر تا بہ منظر جائے گی

ذہن کی پستی سے رفعت کا تصور بھی گیا
اور اب رسوائی دامن سے لپٹ کر جائے گی

پھر چراغ جاں جلے گا آندھیوں کے درمیاں
پھر فصیل آسماں تک روشنی بھر جائے گی

جانے کیوں زندہ دلی راہ میں بھول آتے ہیں
لوگ ہنستی ہوئی دنیا میں ملول آتے ہیں

جب دعاؤں کیلئے ہاتھ اٹھاتے ہیں گلاب
میرے آنگن میں بہاروں کے رسول آتے ہیں

اپنے جذبے مری آنکھوں کے حوالے کر دے
مری آنکھوں کو سخاوت کے اصول آتے ہیں

میرے احساس کو جو زخم دیا تھا تو نے
شاخِ دل پر بھی اسی زخم کے پھول آتے ہیں

نخل جاں اب کبھی شاداب نہیں ہو سکتا
زندگی اب ترے موسم تو فضول آتے ہیں

دفعتاً موت دل و جاں میں در آتی ہے جمیل
لمحے جب اوڑھے ہوئے صدیوں کی دھول آتے ہیں

جناب سکندر حیات

آپ کا نام سکندر خاں اور تخلص حیاتؔ ہے آپ ۱۵/جولائی ۱۹۵۳ء کو کیلا شپور ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام عبدالحمید خاں ہے اور تعلیم۔ایم۔اے اردو ہے یوں تو آپ کو شاعری کا شوق بچپن سے تھا لیکن باقاعدگی کے ساتھ آپ نے ۱۹۷۰ء سے سخن کے راستے پر سفر شروع کیا جو آج تک جاری ہے۔ آپ نے مختلف انداز سے گیتوں پر تجربات کئے اور اپنے گیتوں اور غزلوں میں جمالیات کو ہی اولیت دینے کی کوشش کی ہے اس لیے آپ کی شاعری کا محور و مرکز زندگی کا جمالیاتی گوشہ ہے جس کو آپ نے جگہ جگہ ابھارنے کی سعی کی ہے آپ ان زندہ دل شاعروں میں سے ہیں جو خود بھی خوش رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی خوش رکھنے کا ہنر جانتے ہیں آپ کی غزلوں کا آئینہ خانہ جوہر احساس سے تعمیر ہوا ہے آپ خوبصورت گیت کہتے ہیں۔

پتہ:سکندر حیات معرفت بنٹی پان فروش آلی کی چونگی سہارنپور

غزلیں

کون دنیا میں تھا ایسا جو سمجھتا مجھ کو
وقت نے ریت پہ اشکوں سے لکھا تھا مجھ کو

میری تقدیر نے وہ چہرہ دیا تھا مجھ کو
آئینے رونے لگے ہنستے جو دیکھا مجھ کو

میں بھی کردار کی دہلیز پہ بیٹھا ہی رہا
بارہا وقت نے لالچ بھی دلایا مجھ کو

اپنے ہی جسم کی دیواروں سے سر پھوڑونگا
تم اگر جاؤ گے پھر چھوڑ کے تنہا مجھ کو

کھڑکیاں بند کرو کھینچ دو پردے سارے
ورنہ ڈس لیگا ابھی دن کا اجالا مجھ کو

جسم جلتا ہے یہ احساس کی چادر اوڑھے
توحیات اور نہ دے غم کا اندھیرا مجھ کو

کون ہوا ہے کوئی نہ ہوگا دربدری میں میری طرح
درد ہے دکھتی انگلی پکڑے ہم سفری میں میری طرح

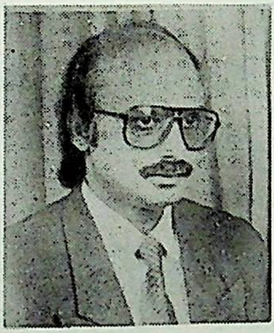
آنکھوں کے زخموں کو سیا ہے انکے کومل ہاتھوں نے
نکلے ہیں اشکوں کے مسافر بخیہ گری میں میری طرح

اپنے جینے مرنے کا کیا راز چھپا لیتا اس سے
وہ بھی کوئی پاسٹ تھا جیسے نکتہ گری میں میری طرح

سارے گلستاں میں پھولوں نے کلیوں کے ماتھے چومے
کس نے کب یوں پیار کیا تھا اس نگری میں میری طرح

نام حیات اپنا لکھنے سے کتبے پر کیا ہوتا ہے
موت بھی اکدن مرجائیگی بے خبری میں میری طرح

جناب ڈاکٹر جاوید جمیل



دورِ حاضر کے انسان کے حالات کی ترجمانی اور جمالیاتی اقدار کی پاسبانی کا حق ادا کرنے والے جناب جاوید جمیل اپنا ایک اچھوتا انداز رکھتے ہیں اور کھوکھلی تہذیب کے خلاف اپنے قلم کو شمشیر بنانے میں اک اہم رول ادا کرتے ہیں آپ کی شاعری کی عمر اگرچہ ۷ سال ہے لیکن اس مختصر مدت میں آپ نے اپنا اک اہم مقام شعری دنیا میں بنالیا ہے آپ کا نام جاوید جمیل اور تخلص جاوید ہے پیشہ ڈاکٹری ہے آپ کے والد محترم جمیل احمد ایک کامیاب وکیل ہیں جناب جاوید جمیل شعری ذوق کے علاوہ اسلامی فلسفہ سے گہری واقفیت رکھتے ہیں آپ کا کلام ملک کے ممتاز ادبی رسالوں میں اور اخبارات میں شائع ہوتا رہتا ہے آپ کا ایک شعری مجموعہ "رہگذر" کے نام سے جلد شائع ہونے والا ہے اسلام اور سائنس اردو ہندی میں اسلام اور فیملی پلاننگ اردو ہندی انگریزی میں شائع ہو چکے ہیں اور دیگر موضوعات پر کئی کتابیں زیر ترتیب ہیں آپ اک کامیاب شاعر وادیب ہوتے ہوئے بلند اخلاق کے حامل ہیں۔

پتہ : پل بنجاران سہارنپور

غزلیں

مانا گلا، تک آئیگی نوکِ سناں ضرور
لیکن مری نوا کو سنے گا جہاں ضرور

آئیگا لکھتے لکھتے ہی لکھنے کا فن انہیں
بچے خراب کرتے ہیں کچھ کاپیاں ضرور

ہے دیکھنے میں ساکت وخاموش یہ زمیں
لیکن اسی سے پھوٹے گا آتش فشاں ضرور

غوطے بغیر خوف لگا اور تلاش کر
ہوتی سمندروں میں ہیں کچھ سیپیاں ضرور

اپنی بلندیوں پہ نہ اتنا غرور کر
تو بھی گرے گا ایکدن اے آسماں ضرور

جانے یہ کیسی بھول بھلیوں میں کھو گیا
انسان اب کہاں رہا انسان تو گیا

ہم نے چہار سمت کبوتر اڑا دیئے
اور یہ سمجھ کے بیٹھ گئے امن ہوگیا

میں حرف حرف پہلے تو ٹوٹا پھر اس کے بعد
ترتیب خاص میں جو ملا شعر ہوگیا

بچوں کی کوششیں تھیں عبث اور اک ضعیف
صرف ایک پل میں سوئی میں دھاگہ پرو گیا

جاویدؔ لمحہ بھر کی ندامت کا تھا کمال
رحمت کا ابر سارے گناہوں کو دھوگیا

جناب شمیم تہذیبی



جن شعراء کے کلام میں قدیم وجدید رنگ کا امتزاج پایا جاتا ہے ان نوجوان شعراء میں جناب شمیم تہذیبی بھی شامل ہیں کلام میں سادگی اور عشقیہ جذبات کی عکاسی ہے اپنے احساسات کی ترجمانی اس طرح کرتے ہیں کہ قاری کا دل اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا جناب شمیم تہذیبی ۵۱ءمیں سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ کا نام افضال احمد ہے شمیم تہذیبی آپ کا تخلص ہے آپکو شاعری ورثے میں ملی ہے آپ کے والد محترم جناب ظفر تہذیبی عمدہ اور کہنہ مشق شاعر تھے آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کاروباری لائن اختیار کی آپ اردو کے علاوہ ہندی زبان میں بھی گیت کہتے ہیں آپ کے گیت عوامی سطح پر مقبول ہیں ترنم بھی اچھا پایا ہے آپ جناب ارم عمرپوری کے شاگرد ہیں اور ان سے استفادہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں ملنسار اور خوش اخلاق زندہ دل انسان ہیں اور شہر کی ادبی فضا کو ہموار کرنے میں آپ کا ایک اہم کردار ہے آپ مرکز حیات اردو سہارنپور کے خاص کرم فرماؤں میں ہیں۔

پتہ:- نورجہاں منزل آلی کی چونگی سہارنپور ،یوپی

غزلیں

بیوفا تجھ کو بڑا سہل تھا رسوا کرنا
ہم نے چاہا ہی نہیں پیار میں ایسا کرنا

دیکھتے دیکھتے دھندلائے سہانے منظر
ہائے ان جھیل سی آنکھوں کی تمنا کرنا

ڈھونڈلوں تجھ کو اگر اپنا پتہ مل جائے
خود بھٹکتا ہوں ابھی کیا ترا پیچھا کرنا

کوششیں میں بھی بھلانے کی کروں گا لیکن
تو بھی خوابوں کے جزیروں سے نہ ابھرا کرنا

مجھ سے شرمندہ سی رہتی ہیں تری تحریریں
اب کوئی خط تو میرے نام نہ لکھا کرنا

رہ گئے کٹ کے شمیم آج زمانے بھر سے
ایک پتھر کے لیے اتنی تپسیا کرنا

کتنے عذاب جھیل گئے اپنی جان پر
چڑھ کر تمہارے پیار کی تپتی چٹان پر

یوں توڑ ڈالا ان سے ہر اک رشتۂ وفا
الزام آچلا تھا محبت کی آن پر

تیرے بغیر ایسے بھٹکتی ہے زندگی
جیسے کٹی ہوئی سی پتنگ آسمان پر

اس کو تو غربتوں کی سیہ رات ڈس گئی
کیا ہوگا رکھ کے نیم کی پتی زباں پر

محتاط ہمنواؤ جو ہے زندگی عزیز
بیٹھے ہوئے ہیں اب بھی شکاری مچان پر

حق بات کس زبان سے نکلی یہاں شمیم
رکھا ہے اس نے تیر پھر اپنی کمان پر

جناب ڈاکٹر جمشید علی آذرؔ

جدید عصری رجحانات جن کی خلاقانہ شاعری کا شاریہ ہے وہ ہیں جناب ڈاکٹر جمشید علی آذرؔ، آپ کی جدت طرازی، خوبصورت نئی تراکیب وضع کرنے اور ان کا صحیح استعمال کرنے کے ہنر میں پوشیدہ ہے آپ ایک منفرد شخصیت اور منفرد آواز کا درجہ رکھتے ہیں اور شعر بہت سوچ سمجھ کر کہتے ہیں آپ نے شعری دنیا میں اپنی الگ اک شاہراہ بنائی ہے جس پر آپ کا سفر جاری ہے جمشید علی آپ کا نام ہے اور آذر و جانکار دونوں تخلص کی بناپر آپ کی شاعری کا منظر نامہ قارئین کے لیے اک تحفہ ہے آپ کا پیشہ ڈاکٹری ہے آپ کی پیدائش ۵۶ء میں ہوئی آبائی وطن سہارنپور ہے آپ نے ۱۹۷۰ء میں میدان شعر وادب میں قدم رکھا تھا اس وقت سے برابر آپ اردو زبان کی خاموشی کے ساتھ خدمت کر رہے ہیں آپ کو شرفِ تلمذ سردار انورؔ قریشی سے حاصل ہے آپ ایک کامیاب ڈاکٹر مخلص انسان اور اچھے فنکار ہیں آپ کے ادبی شہ پارے زندگی کے مسائل کی ترجمانی کرتے ہیں۔

☆☆☆

پتہ: ابرہ کاپل سہارنپور

غزلیں

اذیت یوں بھی پہنچائی گئی ہے
تری تصویر دکھلائی گئی ہے

کبھی اک اجنبی آیا تھا ملنے
بڑی مشکل سے تنہائی گئی ہے

بہت سے لوگ دیکھیں اور خوش ہوں
یہ ٹھوکراس لیے کھائی گئی ہے

مرا ردّ عمل لینے کی خاطر
مجھے تکلیف پہنچائی گئی ہے

نظر انداز کرنے کی بھی حد ہے
مری ہر بات ٹھکرائی گئی ہے

خدا بھی جس کو پاکر چیخ اٹھے
یہاں وہ زندگی پائی گئی ہے

بھرے بازار میں دل کی حفاظت کر رہا ہوگا
وہ تنہائی کا مارا ہر کسی سے ڈر رہا ہوگا

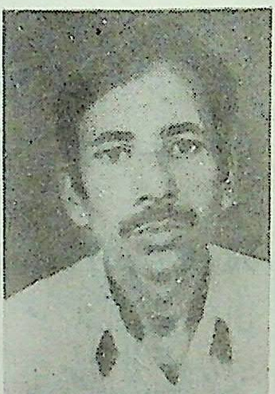
جو لوٹا پُر خطر راہوں کے پیچ و خم سے گھبرا کر
ہماری فتح کا سہرا اسی کے سر رہا ہوگا

وہ جس کی چرمراہٹ بھی سماعت تک نہیں پہنچی
کبھی وہ شاخ پر ہوگا تو کیسا تر رہا ہوگا

یہ گھر کے ساتھ تیری اس قدر وابستگی جو ہے
ہماری ہی طرح تو بھی کبھی بے گھر رہا ہوگا

بہت حساس ہے وہ جانتا ہوں اسکی فطرت کو
مجھے شرمندہ کر کے بعد میں غم کر رہا ہوگا

جناب عبدالسبحان پیکر



وہ شاعر جنہوں نے چہرہ در چہرہ زندگی کے کرب کو
اپنی تہہ دار معنویت کے ذریعہ شعری پیکر میں
اتارا ہے ان میں ایک معتبر نام عبدالسبحان پیکر
کا ہے۔ آپ نے یقین کے اجالوں کو عام کرنے میں
فکر رسا سے کام لیا ہے۔ پیکر صاحب سہارنپور کے ایک
متوسط لیکن علمی گھرانے میں جناب حافظ ابوالحسن صاحب
کے یہاں محلّہ میر کوٹ میں پیدا ہوئے آپکے دادا حافظ
عظیم الدین صاحب مرحوم بھی شعر گوئی کا ذوق رکھتے تھے
آپکی دادی کے برادر محترم حافظ قاری عبدالرحیم مغفور
مرحوم شہر کے کہنہ مشق شاعر تھے اس طرح آپکو شاعری
ورثے میں ملی ہے پیکر صاحب لہو لہو احساس اور جذبوں
کے ترجمان کی حیثیت سے افق ادب پر آفتاب بنکر
طلوع ہوئے اور شاعری کے پیکر میں فکر کی روح پھونکتے
ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ آپ کا شعر

اب تک کا تعارف تو الفاظ ہیں گنتی کے
گلزار تخیل میں جاری ہے سفر اپنا

آپکے جامع تعارف کیلئے کافی ہے آپ روزنامہ
قومی آواز، روزنامہ، فیصل جدید، گرج اور "ان دنوں"
میں شائع ہوتے رہے ہیں آپکی نظمیں غزلیں نعتیں ماہنامہ
"ناہید ادب" پیش رفت، اچھا ساتھی جیسے معیاری
رسائل میں شائع ہوئی ہیں آپ انجمن تعمیر ادب و بزم
ارم۔ کے رکن ہیں۔ آپکے والد بھی شاعری کا ذوق رکھتے
ہیں آپکا نام عبدالسبحان تخلص پیکر سن پیدائش ۱۹۵۰ء ہے۔

پتہ:- گلی ۱۱ نشاط روڈ ابراھیم آباد سہارنپور

غزلیں

کام ہے حوصلہ شعاروں کا وہ دانشور ہے دیوانہ نہیں ہے
پاس رکھنا عزیزداروں کا زمانے نے اسے سمجھا نہیں ہے

غیر ممکن ہے ایک ہو جانا
لمحہ بھر کو بھی دوکناروں کا

میرے دشمن ہوئے ہیں میرے اصول
دوش کوئی نہیں ستاروں کا

مفلسی دور ہوگئی اس کی
منتظم کیا بنا اداروں کا

موت یا زندگی ہی مطلب ہے
لال پیلے ہرے اشاروں کا

سر اٹھاتی رہیں گی تحریکیں
گھر اجاڑا جو روزگاروں کا

مطمئن ہے وہ سوچ کر پیکر
رعب پڑتا ہے باوقاروں کا

ہے جن کے پیچھے آندھی کا دباؤ
ہرا ان میں کوئی پتہ نہیں ہے

جیوگے کیا دعاؤں کے سہارے
خدا کا حکم تو ایسا نہیں ہے

سنائیں کس کو اپنی آپ بیتی
بھروسے کا کوئی رشتہ نہیں ہے

مرے دامن کے دھبے گننے والو
مرا دامن بہت میلا نہیں ہے

تصنع چھوڑ دو اے ہم سفیرو
تمہارا قد بہت بالا نہیں ہے

غلط کہتا ہے جو کہتا ہے پیکر
"ہمارے گھر کا دروازہ نہیں ہے"

جناب عبدالرؤف کاملؔ



بلند مقاصد پر مبنی شاعری بنی نوع انسانی کیلئے مفید ہوتی ہے ہم جب اردو ادب کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اردو شاعری میں ایسے بہت سے گوہر آبدار مل جاتے ہیں۔ جن کے ذریعہ فلاح انسانیت اور تعمیر سیرت کا راستہ ابھر کر سامنے آتا ہے جناب عبدالرؤف کاملؔ کی شاعری انسانیت کے اعلیٰ مقاصد کی ترجمان ہے انکی شاعری واردات قلبی کا آئینہ ہے اور دورِ حاضر کے مشینی انسان کی الجھنوں اور دشواریوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ آپکے کلام میں خود غرضی ذاتی مفاد نیز دولت کی غیر مساویانہ تقسیم انا کی کرشمہ سازی پر کرب کا اظہار پایا جاتا ہے اگر چہ آپکا شعری سفر چند سالہ ہے لیکن ان چند سالوں میں آپ نے اپنے جن افکار کو وقف عام کیا ہے وہ بڑے اچھوتے اور آپکے روشن مستقبل کی ضمانت ہیں آپکا نام عبدالرؤف ہے قلمی نام کاملؔ ہے آپکے والد مولانا عبدالرحیم صاحب اک روحانی بزرگ ہیں آپ ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوئے تعلیم میٹرک اور سکونت سہارنپور ہے آپ ۱۹۸۵ء سے شعر کہہ رہے ہیں جناب واصف عابدی سے اصلاح لیتے ہیں آپکا مجموعہ "عرفان کامل" شائع ہو چکا ہے اسکے علاوہ قصیدہ شعور کامل، روشن تحریریں، بہار یثرب، فکر معتبر زیر ترتیب ہیں۔ اور آپ مرکز حیات اردو سہارنپور کے نائب صدر ہیں۔

پتہ:— رحیمی ڈیری پل بنجاران سہارنپور

غزلیں

یہ سوچتا ہوں کہ دنیا غم حیات کے بعد
نشانہ کس کو بنائے گی میری ذات کے بعد

دل حزیں نہ ہو مایوس آئینگے وہ ضرور
خوشی کا دن ہے ضروری غموں کی رات کے بعد

خدا کی راہ میں ملتی ہے جان دینے سے
حیات دائمی اس عارضی حیات کے بعد

نفس نفس وہی عالم ہے بیقراری کا
سکون دل کو نہیں تیرے التفات کے بعد

جہانِ فکر و عمل کا بدل گیا ہے نظام
تری نگاہ کی شان تصرفات کے بعد

نئی ادا سے مری زندگی کے گلشن میں
بہار آئی ہے ان سے تعلقات کے بعد

بلند ہوتا ہے معیار زندگی کامل
خلوص و مہر وفا پیار کی صفات کے بعد

سخن کی سرزمیں پر کوئی رفعت کا نشاں رکھ لو
اٹھا کر فکر کی میزاں میں فن کا آسماں رکھ لو

برائے بندگی حسن عقیدت کا نشاں رکھ لو
چھپا کر اپنی پیشانی میں انکا آستاں رکھ لو

رہِ الفت میں یہ جذبوں کی دولت کام آئیگی
جہاں یہ رہ سکے اسکو حفاظت سے وہاں رکھلو

محبت میں مراحل آئینگے کچھ آزمائش کے
دل و جاں کو بھی ساتھ اپنے برائے امتحاں رکھ لو

بھٹک سکتے نہیں ہرگز پہنچ جاؤ گے منزل تک
نگاہوں میں تم انکے نقش پا کی کہکشاں رکھ لو

سلیقہ تم کو آجائے گا یارو بات کرنے کا
دہن میں اپنے کچھ دن کیلئے میری زباں رکھلو

جو کامل حادثوں کی دھوپ سے محفوظ رہنا ہے
تو پھر سر پر بزرگوں کی دعا کا سائباں رکھ لو

جناب فیاض ندیمؔ



جن کی شاعری شعورِ حیات سے ہم آہنگ ہے اور تجربوں کی صداقت پر مبنی ہے وہ ہیں جناب فیاض ندیمؔ۔ آپ کا کلام ابہام اور رطب ویابس سے یکسر پاک وصاف ہے غزل ہی سے آپ کے لہجے کی شناخت ہوتی ہے آپ نے فکر کے معیار پر جس صنفِ سخن کو تولا ہے وہ غزل ہے ویسے آپ مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں لیکن غزل کے لطیف ونازک پیرائے میں آپ اپنی بات بڑے سلیقے سے کہتے ہیں آپ کی غزلوں میں زندگی کا وہ پہلو خاص طور سے نمایاں ہے۔ جو عام انسانوں کے رہن سہن سے وابستہ ہے آپ کا نام فیاض احمد اور تخلص ندیمؔ ولدیت ممتاز احمد ہے آپ ۵۶ء میں پیدا ہوئے سہارنپور کی فضا میں پلے، بڑھے اور زندگی کے نشیب وفراز سے واقف ہوئے ۱۹۷۸ء سے شعر کہنا شروع کیا جناب اکمل امامؔ کی فنی تربیت کے زیرسایہ جادۂ ادب پر گرم سفر ہیں آپ مرکز حیات اردو سہارنپور کے سکریٹری ہیں۔

☆☆☆

پتہ : فیاض ندیمؔ سونی مارکیٹ بازار نخاسہ سہارنپور۔

اس شخص کی فطرت میں تعصب ہی نہیں تھا
اخلاص کا آئینہ صداقت کا امین تھا

یوں لڑتا رہا جنگ شہادت پہ یقیں تھا
وہ مرد مجاہد تھا اداکار نہیں تھا

مطلب ہی غلط سمجھا تھا ارباب سخن نے
وہ طنز کسی ذات پہ مخصوص نہیں تھا

کب دل کو گوارا تھا رہے ترکِ تعلق
حالات کی بنیاد پہ وہ گوشہ نشیں تھا

کچھ بات معمہ میں رہی اہلِ قلم کی
کچھ ہم کو سمجھنے کا سلیقہ بھی نہیں تھا

فٹ پاتھ پہ لے آیا ہے انجام تکبر
کچھ لوگ یہ کہتے ہیں وہ محلوں کا مکیں تھا

میں اپنی اداسی کا سبب کس کو بتاتا
محفل میں کوئی دوست ہی سنجیدہ نہیں تھا

فیاضؔ وہ اخلاق سے کردار سے اونچا
دنیا میں کوئی اس کے مقابل ہی نہیں تھا

غزلیں

وفا شناس تعلق بنائے جاتے ہیں
چراغ خود نہیں جلتے جلائے جاتے ہیں

اداس دل ہو تو اٹکھیلیاں کہاں سوجھیں
یہ قہقہے تو خوشی میں لگائے جاتے ہیں

بہادری کے بھی تمغے عطا کیے ان کو
جو بزدلی کے طرف دارپائے جاتے ہیں

جو درس دیتے ہیں اخلاص کا زمانے میں
انہی کی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں

گراں گذرتا ہے سچ بولنا بھی دنیا کو
رہیں خموش تو مجرم بتائے جاتے ہیں

جو شرپسندوں کو پیغام امن دیتی ہے
اسی زبان پہ تالے لگائے جاتے ہیں

خود آسمان پہ جانے کی سوچتے ہیں ندیمؔ
ہمیں نشیب کے رستے دکھائے جاتے ہیں

جناب دانش کمال قریشی



وہ نوجوان شاعر جس کی شاعری نے حسی مشاہدات کے حوالے سے زندگی کے ان گنت گوشوں کو ابھارا ہے وہ ہیں ہمارے شہر کے نمائندہ شاعر جناب دانش کمال قریشی۔ آپ کے یہاں الفاظ کی بازی گری نہیں ہے بلکہ حقائق کی ترجمانی ہے آپکا نام محمد دانش کمال ہے تخلص بھی دانش ہی لکھتے ہیں آپکی ولادت قریش برادری کے متمول گھرانے میں ۲۴/ ستمبر ۶۲ء کو معروف استاد شاعر جناب حمید قریشی سہارنپوری کے یہاں ہوئی آپکے والد محترم جناب حمید قریشیؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے وہ ایک صاحب نظر فنکار وشاعر تھے آپکے ماموں جناب نصرت قریشی مرحوم ہندوپاک کے مشہور شعراء میں شمار ہوتے تھے دونوں گھروں کے ادبی ماحول نے آپکے ادبی ذوق کو ابھارا جناب حمید قریشی مرحوم کے سایۂ شفقت میں آپکا یہ شوق پروان چڑھا غزل آپکی پسندیدہ صنفِ سخن ہے اور آپکے بقول موقع وحالات کے پیش نظر آپ اپنے احساس کو کسی بھی صنفِ سخن میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں جدید رجحان کے باوجود ادبی فنی فرار کو آپ قطعی پسند نہیں کرتے آپ انجمن عروج ادب کے جنرل سکریٹری ہیں۔

پتہ: دانش کمال (جنرل سکریٹری) انجمن عروج ادب محلہ ڈھولی کھال سہارنپور

غزلیں

پا کر مجھ سا سچا دوست
یاد کرو گے اچھا دوست

جو میرے دشمن کا دوست
وہ پھر میرا کیسا دوست

اپنے دشمن کا دشمن
گویا وہ بھی اپنا دوست

چھوڑ بھی اے دل کل کی بات
ہاں کوئی تھا اپنا دوست

تجھ سے یہ امید نہ تھی
ہم سے دغا کی اچھا دوست

خود پر کیوں نہ فخر کرے
جس نے پایا تجھ سا دوست

قسمت سے ملتا ہے دانش
اچھا بھائی اچھا دوست

مانا اس کا پھول سا چہرا اچھا ہے
لیکن کیا لہجے کا کانٹا اچھا ہے

جن لوگوں کا طور طریقہ اچھا ہے
ان کے گھر کا بچہ بچہ اچھا ہے

ساتھ چلے تھے تو منزل تک ساتھ رہو
کیا رستے میں چھوڑ کے جانا اچھا ہے

ناحق اس کو لوگ برائی دیتے ہیں
ہم نے اس کو جانچا پرکھا اچھا ہے

کتنی ہی نزدیک ہو الجھی راہ، غلط
طول سہی پر سیدھا رستہ اچھا ہے

وہ اپنا جو چھپ کر پیٹھ پہ وار کرے
ایسے اپنے سے تو پرایا اچھا ہے

دانش کے ہر شعر پہ ان کی محفل میں
دشمن کے بھی منہ سے نکلا اچھا ہے

جناب ڈاکٹر ایم۔ اے سوز

وہ شعراء جن کے یہاں گرمیٔ احساس اور تاثیر بیان پائی جاتی ہے اور غزل کے روائتی مزاج کو بخوبی سمجھتے ہیں ان میں جناب ایم۔ اے سوز کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے آپکی شاعری کی جمالیاتی کمان سے جو تیر نکلتا ہے وہ روح کو زخمی کر دیتا ہے آپکا اندازِ شعر گوئی قدیم رنگ لئے ہوئے ہے لیکن دل پر اثر انداز ہوتا ہے یہی آپکی کامیابی کی ضمانت ہے ڈاکٹر ایم۔ اے سوز کا قلمی نام سوز سہارنپوری ہے۔ سن پیدائش ۱۹۱۶ء ولدیت حکیم رحمت الٰہی ہے آپ ۱۹۳۵ء سے مسلسل شاعری کے راستے پر چل رہے ہیں آپکا ذریعہ معاش ڈاکٹری (ہومیوپیتھی) ہے۔ جناب ظفر تہذیبیؔ سے اصلاح لیتے رہے اسی بنیاد پر خود کو سوز تہذیبی لکھتے ہیں شعر و ادب اور سماجیات نیز دیگر علوم کی کمیاب کتابوں کا مطالعہ کرنا آپکا مشغلہ ہے آپکی غزلوں میں دل کی دھڑکن اور جذبات کی شدت کار فرما ہے آپکا معیاری کلام ہے جو سدابہار کی حیثیت رکھتا ہے۔

پتہ:۔ ڈاکٹر ایم۔اے سوزؔ تہذیبی نئی بستی چکروتہ روڈ سہارنپور۔

غزلیں

نہیں اپنے بھی اپنے آج بیگانہ تو کیا ہوگا
تعلق رہ گیا بن کر جو افسانہ تو کیا ہوگا

ستم کرتے ہو الفت کو یہ کیسا موڑ دیتے ہو
نہ راس آیا اگر ہم کو بچھڑ جانا تو کیا ہوگا

ہوائیں کوچۂ جاناں کی مٹی ساتھ لائی ہیں
اگر راس آگیا دل کو یہ نذرانہ تو کیا ہوگا

دمِ رخصت ہے آنکھوں کو وفا کے پھول چننے دو
اب اس کے بعد گلشن میں مرا آنا تو کیا ہوگا

اجالے پھر اجالے ہیں اندھیرے پھر اندھیرے ہیں
ہوا جو رات کا بھی دل سے یارانہ تو کیا ہوگا

کئی پیاسی زمینیں بادلوں کی راہ تکتی ہیں
جو چاہا اب کے بھی موسم نے ترسانا تو کیا ہوگا

اٹھا تو لائے ہیں اے سوز دل کو انکی محفل سے
نہ بہلا شہر و صحرا میں یہ دیوانہ تو کیا ہوگا

جلوہ پھر جلوہ ہے مشتاق نظر دیکھیں گے
شام کے جاگے ہوئے خواب سحر دیکھیں گے

بے نقاب آؤ کہ ہم تاب نظر دیکھیں گے
عالم ہوش کو پھر زیر و زبر دیکھیں گے

تم نہیں جانتے وحشت کا تقاضہ کیا ہے
ہم جو نکلیں گے تو کب لوٹ کے گھر دیکھیں گے

کس کو معلوم تھا ایسی بھی پڑے گی ہم پر
کس مصیبت سے تمنا کی سحر دیکھیں گے

اپنی مستی میں سدا مست رہیں گے ہم تو
خواب محلوں کے کہاں خواب بسر دیکھیں گے

تیری محفل ہی نہیں شہر بھی ٹھکرا دینگے
ہم جہاں بدلی ہوئی تیری نظر دیکھیں گے

ہجر کی رات قیامت ہے قیامت اے سوز
"آج کی رات بچیں گے تو سحر دیکھیں گے"

جناب مشرف خطیبؔ

آپ کی شاعری کے چمن میں نثری نظموں کے پھول مہکتے ہوئے ملتے ہیں یہ نثری نظمیں اپنے دور کی عکاسی کرتی ہیں اور سوچ کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں بڑا کام کرتی ہیں مشرف خطیبؔ کا فکری سرمایہ ان نظموں میں چھپا ہوا ہے یہ سرمایہ اک عظیم سرمایہ ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا سہارنپور کے ادبی منظرنامہ کے آئینے میں مشرف خطیبؔ کی شاعری کے خدوخال پوری طرح نمایاں ہیں آپ نثر میں کہانیاں مضامین اور انشائیے لکھتے ہیں آپ کا قلم دامن قرطاس پر روشنی کے حروف تحریر کرتا ہے بخل سے کام نہیں لیتا آپ کی تخلیقی کاوش کا مزاج سمجھنے کے لیے آپ کے ان کارناموں کا سہارا لیا جاسکتا ہے آپ کا نام مشرف تخلص خطیبؔ ہے تاریخ ولادت ۱۳/۱۲/۵۶ء ہے تعلیم ایم۔ ایل۔ بی ہے آپ کو شاعری کا شوق ۱۹۷۲ء سے ہے آپ کی اچھوتی شاعری سے حلقۂ دانشوراں استفادہ کرسکتا ہے اور قارئین محظوظ ہوسکتے ہیں۔

جمہوریت

بہت سارے پرندے ایک جال میں
پھنس جائیں
سب مل کر زور لگائیں
جال کو لیکر اڑ جائیں
کچھ آزاد پرندے
ان سے آگے آگے اڑتے جائیں

جمہوری حقوق

کبوتر کو جب بلی اس کے سامنے آئے
آنکھیں بند کرنے کا حق دیدیا جائے

"وِش کنیا"

تم اپنے ہونٹوں پر
سفید پوش ناگوں سے ڈسواتی ہو
اختلافات کا سار از ہر پی کر
تب کہیں سیاست کہلاتی ہو

زندگی کی موت

مجھے افسوس ہے
موت پر ان کی
کشتی جن کی ساحل سے جا لگی

جناب سریش سپن



آپ ہندی زبان کے ہر دل عزیز کوی ہیں اور ہندی میں غزل کہتے ہیں اردو الفاظ کے ساتھ ساتھ ہندی الفاظ کا بھی استعمال ان کی شاعری میں نظر آتا ہے نشستوں اور مشاعروں میں شرکت کرتے ہیں آپ کی شاعری سماجی اور سیاسی احساسات سے وابستہ ہے آپ ایمان اور انسانیت وانصاف کے طرفدار ہیں آپ کی اصول پسندی آپ کی شاعری کا حصہ بن گئی ہے آپ کا نام سریش سپن اور سپن تخلص ہے ولدیت روپ چند ورما ہے آپ ۷رمارچ ۱۹۷۷ء کو پیدا ہوئے آپ نے ہندی میں ایم۔اے کیا آپ بجلی کمپنی میں ملازمت کر رہے ہیں اور اپنی مصروف زندگی میں شاعری سے جڑے ہوئے ہیں یہ آپ کے بے پناہ شوق کی علامت ہے آپ کی شاعری قارئین کے لئے ہندی زبان کا انمول تحفہ ہے آپ اک معتبر "کوی" اور صاحب کردار انسان ہیں آپ "سمن وے" کے جنرل سکریٹری ہیں اور اپنے ادبی فریضے کو اچھی طرح انجام دے رہے ہیں۔

پتہ:۔ 13/61 محلہ سنگیان سہارنپور، یوپی

غزلیں

ہم کبھی جب خامیاں لوگوں کی گنوانے لگے
طنز کے پتھر ہماری سمت بھی آنے لگے

ہم نے بولا جھوٹ تو سب نے کہا کہ سچ کہا
سچ اگر بولا تو اس کو جھوٹ بتلانے لگے

مفلسی نے اس قدر بزدل بنا ڈالا ہمیں
ڈانٹ کر بچوں کو اپنی بات منوانے لگے

الجھنیں، بے چینیاں، تنہائیاں، رسوائیاں
سب کے سب چہرے ہمیں تو جانے پہچانے لگے

گردشوں نے اس طرح بدشکل کر ڈالا کہ ہم
آئینے کے روبرو ہونے سے کترانے لگے

بھائیوں کے بیچ جب جھگڑا نہ ہو پایا سیفؔن
شرپسندوں کی طرف سے مشورے آنے لگے

ہم تو تیار تھے رنجش کو بھلانے کے لیے
پر وہ راضی نہ ہوئے ہاتھ ملانے کے لیے

زندگی تجھ کو مرے ساتھ بھٹکنا ہوگا
اب تو چھت بھی نہ رہی سر کو چھپانے کیلئے

دوستی، وعدہ وفا پیار قسم ہوتے ہیں
آخری سانس تلک ساتھ نبھانے کے لیے

پیاس تپتے ہوئے صحرا میں مجھے لے آئی
ہر طرف دھوپ ہے اب پیاس بجھانے کیلئے

بھولتے بھولتے تجھ کو میں ابھی سویا تھا
اب ترے خواب چلے آئے جگانے کے لیے

پیار کے دیپ چلو آؤ جلالیں اے سیفؔن
ان حوادث کے اندھیروں کو مٹانے کیلئے

جنابؔ شمشاد ادیب

تقریباً ۴۴ سال کی شعری مسافت کے تجربات اور سرد و گرم کی آزمائشوں سے نبرد آزما ہونے کے بعد شاعر کی سوچ اور فکر میں جو انفرادیت پیدا ہوتی ہے وہی اس کی شخصیت کی شناخت بنتی ہے شمشاد ادیب نے بھی زندگی کے خارزاروں میں اپنے دامن انا کو صحیح سالم بچاتے ہوئے یہ سفر جاری رکھا وہ ایک کہنہ مشق شاعر ہیں ان کا ہر شعر اور شعر کا ہر مصرعہ تجربوں کی کہانی بن گیا ہے آپ کا نام شمشاد احمد ہے تخلص ادیب ہے آپ کی پیدائش ۱۹۳۹ء میں ہوئی آپ کے والد حافظ حبیب احمد صاحب درویش صفت انسان ہیں ڈاکٹر شمشاد ادیب پیشہ کے لحاظ سے کامیاب ڈاکٹر ہیں آپ مختلف رسائل میں ادارتی ذمہ داریاں سنبھالتے رہے ہیں پندرہ روز ”جذبات وطن“ کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں ادارہ شعاع ادب کے سرپرست ہیں اور آپ کا کلام ملک کے معیاری اخبار و رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے۔

پتہ: محلہ نیا بانس سہارنپور

غزلیں

بوئے گل بن کے محبت کے نگر سے گذرے
ہم ہر اک بار تری راہ گذر سے گذرے

پھر تری زلف کے سائے میں ملے دل کو سکوں
پھر تری یاد کا سورج مرے سر سے گذرے

شہر خوشبو میں یہی سوچکے ہم آئے ہیں
کوئی تو صاحب کردار نظر سے گذرے

دیر وکعبہ نہیں راہ رسن ودار بھی ہے
دیکھنا ہے ترا دیوانہ کدھر سے گذرے

وادیٔ لالہ وگل میں بھی کیا تجھ کو تلاش
جستجو میں تری ہم شمس وقمر سے گذرے

ان سے پوچھے کوئی احساس کی دنیا کیا ہے
جو محبت کے حسیں شام وسحر سے گذرے

انکے جلووں کا جو طالب ہے زمانے میں ادیبؔ
پہلے وہ اپنے مقاماتِ نظر سے گذرے

ڈھونڈتا ہوں جنتِ فکر ونظر کا راستہ
کاش مل جائے مجھے دل کے نگر راستہ

کیا زمانہ آگیا کوئی بتاتا ہی نہیں
پوچھتا پھرتا ہوں سب سے اپنے گھر کا راستہ

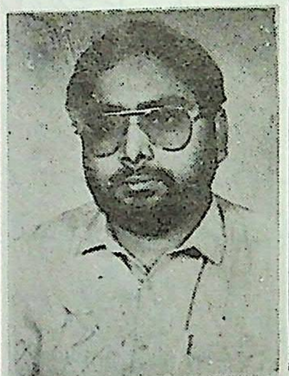
اہل الفت آشنا ہیں گرمیٔ جذبات سے
ان کو ہی معلوم ہے سوزِ جگر کا راستہ

مفسد وغدار ہے وہ خیر کا دشمن ہے وہ
منتخب اس نے کیا ہے ظلم وشر کا رستہ

دولتِ صبر وقناعت اس کی قسمت میں نہیں
وہ مسلسل ڈھونڈتا ہے مال وزر کا راستہ

ہے اگر تجھ کو طلب بام ترقی کی ادیبؔ
اس کو اپنا لے جو ہے علم وہنر کا راستہ

جناب شبیر شاد



جناب شبیر شاد ۱۳؍ جنوری ۵۸ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ کا نام شبیر احمد اور قلمی نام شاد ولدیت حاجی مقبول احمد قریشی مرحوم ہے آپ ادیب ماہر ہیں اور شاعری و صحافت کا شوق ہے تجارت آپ کا پیشہ ہے آپ جناب ساحل فریدی کے شاگرد ہیں آپ نے ۷۵ء سے شعر کہنا شروع کیا اور شعر و ادب کی دنیا میں ایک مقام حاصل کیا صحافت کی ذمہ داریوں کا بار آپ کے شانے پر آپڑا کلاسیکی ادب کے ساتھ ساتھ جدید حسیت سے آپ کا گہرا تعلق ہے آپ کے اشعار میں تجربات کی تلخی پائی جاتی ہے آپ نے اپنے دور کی چلتی پھرتی پر چھائیوں کو اپنے طرز اظہار سے حقیقتوں کا روپ عطا کیا آپ غزلوں کے افق سے اپنے افکار کا آفتاب طلوع کرتے ہیں اور تاریکی کو ختم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں غزلوں کے علاوہ آپ نظمیں بھی خوب سلجھی ہوئی کہتے ہیں آپ کی شاعری میں زندگی کے مسائل کے علاوہ غم جاناں کا رنگ بھی ملتا ہے محبت اور خلوص سے سب کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

غزلیں

اپنے سوا کوئی بھی بجھائی نہ دے سکا
وہ جس کو آسمان دکھائی نہ دے سکا

آئینے واردات کے دھندلے نہ پڑ سکے
بے رحم وقت اپنی صفائی نہ دے سکا

رکھا ہے عمر بھر مجھے اپنے حصار میں
ماحول میرا مجھ کو رہائی نہ دے سکا

کیا گھر کی خامشی نے سماعت بھی چھین لی
سڑکوں پہ مجھ کو شور سنائی نہ دے سکا

بے باکیوں سے اس نے مرا خون کر دیا
ہاتھوں کو اپنے رنگ حنائی نہ دے سکا

اخلاص نے زبان پہ پہرے لگا دیئے
میں اپنے دوستوں کو برائی نہ دے سکا

چھیڑا ہے شاؔد اس نے رباب حیات کو
لیکن وہ لطف نغمہ سرائی نہ دے سکا

گمان یہ ہے اجالوں سے خوف کھاتے ہیں
یہی جو شہر میں تاریکیاں بچھاتے ہیں

خلوص، پیار، مروت لحاظ، ہمدردی
برائے ذکر یہ الفاظ کام آتے ہیں

کمان والوں سے بچنا تو خیر ممکن ہے
مگر جو تیر زباں سے چلائے جاتے ہیں

حقیقتوں کی اذیت انہیں نہیں معلوم
ہوائی قلعے خیالوں میں جو بناتے ہیں

جو ہم نہیں تو نئی نسل فیض اٹھائے گی
درخت لوگ یہی سوچ کر لگاتے ہیں

میں ایسے لوگوں کا احسان مند رہتا ہوں
جو شاؔد مجھ کو مری خامیاں بتاتے ہیں

جناب انوار عابدؔ

جناب انوار عابدؔ اک ایسے جواں فکر شاعر ہیں جن کے بہت سے اشعار ایسے ہیں جو زندگی کے اندھیروں میں ہماری رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے ہیں آپ نے اپنی قندیلی نوا اور روشن لہجوں سے اردو غزل کو عصری ظلمتوں پر ضرب کاری لگانے سے آشنا کیا ہے آپ غزل ہی کے شاعر نہیں بلکہ ایوان نظم میں بھی آپ نے فکر کا دریچہ کھولا ہے اور شعری پیکروں کو نئے مفاہیم سے روشناس کیا ہے آپ کا ذاتی نام انوار احمد قلمی نام انوار عابدؔ ولدیت محمد یونس ہے سال پیدائش ۱۹۴۹ء سکونت سہارنپور ہے اور ۱۹۷۳ء سے حیات و کائنات کے رموز و اسرار کو اشعار کا جامہ پہنانے میں مصروف ہیں اور ماہ نامہ کنکری کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں جدید لب و لہجہ میں شعر کہنے کی صلاحیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے آپ کی ادبی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں کسی فنکار کا دخل نہیں ہے بلکہ آپ تلمیذ الرحمٰن ہیں اور کثرت مطالعہ و مشق سخن نے آپ کو صاحب نظر شاعر کی حیثیت سے روشناس کرایا ہے۔

پتہ: گوٹے شاہ گلی ع ۹ مکان ع ۹ گوٹے شاہ سہارنپور

غزلیں

بدل گئے ہیں بدن میں لہو کے تیور آ
رگوں کو کاٹنے پھر بے حسی کے خنجر آ

سنا ہے چاند پہ اب لوگ گھر بنائیں گے
کہیں تو ہم کو ملے گا کرایہ پر گھر آ

ہماری بزم میں چھینٹے نہیں کسے جاتے
تو اپنے طور طریقے ذرا بدل کر آ

چھپے ہوئے ہیں کہاں زخم میرے سینے میں
تجھے دکھاتا ہوں میں آج ان کا منظر آ

سب اپنے اپنے بچاؤ میں طاق ہیں عابدؔ
تو لاکھ اپنی بغل میں چھپا کے خنجر آ

بنام عدل جہاں ہر قلم بکا ہوگا
تمہیں بتاؤ مرے حق میں فیصلہ ہوگا

وہ ایک نعش تھی کل جس کو گاڑ آیا تھا
اب اس کو بیٹھ کے رونے کا مشغلہ ہوگا

کہاں خیال میں رہتی ہیں صورتیں ساری
وہ راہ میں کبھی مجھ سے کہیں بلا ہوگا

لگی جو بھوک شکم پتھروں سے بھرلیں گے
ادھار مانگ کے لانے سے کیا بھلا ہوگا

حسیں خطوط بگڑنے لگے ہیں کیوں عابدؔ
مصوری کا یہ فن پھر سے سیکھنا ہوگا

جناب ڈاکٹر ارشاد ساگر



ڈاکٹر ارشاد ساگر ایک معروف فن کار ہیں آپ کی شاعری کے مطالعہ سے بصیرت و فراست کے دریچے کھلتے ہیں آپ نے زندگی کو نئے زاویے سے دیکھنے اور پرکھنے کی کوشش کی ہے آپکے کلام میں عرفانِ حیات کا سرمایہ چھپا ہوا ہے آپکی غزلوں میں انسانیت کے دکھ درد کی بات بھی رچی ہوئی ہے اور محبت و خلوص کا ایک دریا بھی موجزن ہے ڈاکٹری کے پیشے کے لحاظ سے آپکی زندگی بڑی مصروف زندگی ہے ایسی مصروف زندگی میں آپکا شعر گوئی کا سفر آپکے بیکراں عزم کا پتا دیتا ہے آپ انسانی کردار کو معاملات کی میزان میں تولنے کا فن جانتے ہیں اور ایک صاحب دل فن کار کی طرح دوسروں کے غم کو اپنا غم محسوس کرتے ہیں آپ کا اسم گرامی ارشاد احمد ولدیت حاجی اللہ رکھا ہے اور تاریخ پیدائش ۱۱ر جنوری ۵۴ء ہے تعلیم ایم۔ اے۔ انگلش ڈی۔ یو۔ ایم۔ ایس لکھنو ہے۔ ارشاد ساگر حساس طبیعت کے مالک ہیں اور ہر شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے ہیں وہ ڈاکٹری کے پیشے کو بھی عبادت سمجھ کر کرتے ہیں اور غریبوں کا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں۔

پتہ :— 4/266 مالیان اسٹریٹ جوگیان پل سہارنپور ۔یوپی۔

غزلیں

کسی بہانے ہواؤں کو سر اٹھانا تھا
مرے وجود کو آخر بکھر ہی جانا تھا

دکاں کسی کی کسی کا مکاں جلانا تھا
سنا ہے شہر کا جھگڑا فقط بہانا تھا

جہاں سے بارہا مایوس ہو کے لوٹا ہوں
بتاؤ کیا وہاں اپنا بھی دوستانا تھا

کہاں خوشی کا گزر اسکے دوار سے ہوتا
کہ جس کا مسئلہ عزت سے سر چھپانا تھا

تمہارے ساتھ ہی جی لی ہے زندگی ہم نے
تمہارے بعد تو جینے کا اک بہانا تھا

کبھی جو یاد ستائے گی آپ کو میری
یہ سوچ لینا کوئی سر پھرا دوانا تھا

زمیں پہ رہ کے نہ آکاش چومئے ساگر
"کبھی ہماری بھی ٹھوکر میں یہ **زمانا تھا**"

ہر وقت اپنے آپ میں سہما ہے آدمی
ہر سو ہجوم پھر بھی اکیلا ہے آدمی

یہ بات آج تک نہیں سمجھا ہے آدمی
ماں باپ کی دعاؤں سے پھلتا ہے آدمی

حق بات بولنے سے بھی ڈرتا ہے آدمی
یارب ہمارے عہد کا کیسا ہے آدمی

مایوس ہو کے بیٹھ گئے ہیں ابھی سے آپ
گرتا ہے اور گر کے سنبھلتا ہے آدمی

اس کو بھی آدمی سے محبت نہیں رہی
شاید بہت قریب سے دیکھا ہے آدمی

مجھ پر بھی آپ یوں ہی نہ وشواس کیجئے
چہرہ ہر ایک روز بدلتا ہے آدمی

ہم نے تمام عمر کے آنسو خرید کر
ساگر بڑی ہی دیر سے پرکھا ہے آدمی

جناب اسفار روشنؔ

آپ کا نام اسفار احمد، تخلص روشنؔ اور ہندی تخلص مانو ہے۔ ولدیت انوار الحق وطن سہارنپور ہے۔ آپ ۱۵/جولائی ۱۹۴۸ء کو پیدا ہوئے آپ ادیب کامل، فاضل دینیات انگلش بی۔اے۔ ہیں آپ کا ذریعہ معاش نشر واشاعت وغیرہ ہے آپ نے "انسان بنو" جریدہ نکالا۔ آپ نے انجمن ارتقائے اردو، انجمن تخلیق ادب، سیکولر لٹریری سوسائٹی روشنی وغیرہ تنظیمیں قائم کیں مشاعرے اور ادبی نشستیں کراتے رہتے ہیں آپ اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں بچپن ہی سے آپ کو شاعری کا شوق تھا آپ نے جناب ساحر لدھیانوی کے سامنے زانوئے ادب طے کیا، اقبالؔ، غالبؔ، جوشؔ فیض احمد فیضؔ، ساحر لدھیانوی آپ کے پسندیدہ شعراء ہیں آپ گلشن ادب کے اک ایسے گلاب ہیں جس سے فکر واحساس کی دنیا مہکی ہوئی ہے آپ غزل اور نظم دونوں میں اپنے کمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے راہ ادب پر گامزن ہیں آپ کا شعری مجموعہ "تحفہ" زیر ترتیب ہے۔

غزلیں

پھول پتی گلاب لکھتا ہوں
اس کو کافر شباب لکھتا ہوں

مختصر ہی سہی مگر پھر بھی
عمر بھر کا حساب لکھتا ہوں

تجھ سے منکر ہیں جو انہیں کے لیے
اک مدلل جواب لکھتا ہوں

جب اچانک کوئی گذر جائے
زندگی کو حباب لکھتا ہوں

سن کے تیرا کلام پاکیزہ
تجھ کو عالی جناب لکھتا ہوں

تاقیامت پڑھیں گے لوگ جسے
ایسی روشن کتاب لکھتا ہوں

بے ضمیروں کو تاج مت دینا
تنگ ذہنوں کو راج مت دینا

چاہے جتنی سزائیں دے مجھ کو
جاہلانہ مزاج مت دینا

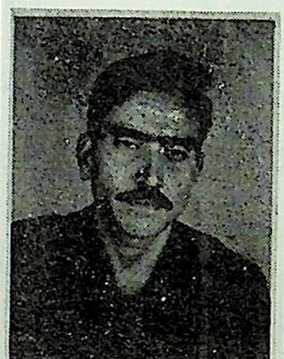
توخدا ہے تو اپنے بندوں کو
بے حسی کا سماج مت دینا

جس کی تحصیل میں ہوں فریادیں
ہم کو ایسا خراج مت دینا

کل جو بیتا تھا سانحہ مجھ پر
میرے مولا وہ آج مت دینا

تیرے روشن کی یہ گذارش ہے
اس کو مہنگا علاج مت دینا

جناب ارشد قریشی



زندگی کے مسائل کا گہری نظر سے جائزہ لینے والے شاعروں میں جناب ارشد قریشی کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ ۵۸ء میں قریشی گھرانے میں پیدا ہوئے ۷۸ء میں آپ نے شاعری کے ذریعہ اپنے افکار وخیالات کو عام کرنا شروع کیا آپ کی شاعری دل کی آواز ہی نہیں بلکہ وقت کی تلخیوں اور گردشوں کا ایک طویل سلسلہ اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے آپ کا لہجہ معتبر اور طائر فکر کی پرواز بلند ہے آپ بہت سوچ سمجھ کر شعر کہتے ہیں اور سنجیدگی ومتانت کا دامن تھامے ہوئے جادۂ سخن پر سفر کررہے ہیں آپ نے کتاب فطرت کا مطالعہ کیا ہے اور احساس کے چراغ وقت کی آندھیوں میں روشن کئے ہیں۔

غزل

ہمیشہ خود کو بے گھر بے درودیوار سمجھے گا
کرایہ دار کا رونا کرایہ دار سمجھے گا

سلیقہ گفتگو کا غیر کو اپنا بناتا ہے
ذرا سی بات ہے کب اسکو میرے یار سمجھے گا

زمانے بھر کو خوش رکھنا سمجھداری تو ہے لیکن
یہ دنیا دار کی باتیں ہیں دنیادار سمجھے گا

شعر

کھلونے دیکھ کر میلے میں نظریں پھیر لیتے ہیں
مرے بچے حقیقت جانتے ہیں تنگدستی کی

غزل

عزت مآب اڑائیں مزے راج پاٹ کے
خلق خدا کو رکھ دیا فرقوں میں بانٹ کے

غربت کی ہیں نشانیاں تہذیب کی نہیں
دروازوں پر جو پردے پڑے ہیں یہ ٹاٹ کے

پوجا کی تھالیوں میں تھا انسان کا لہو
دیوی پہ سر چڑھائے گئے کاٹ کاٹ کے

آیت کچھ اور تھی مگر تشریح کی کچھ اور
مکتب میں جو پڑھائی گئی ڈانٹ ڈانٹ کے

وہ لکھ کے نام دوستوں کے کاٹتا رہا
ہم ہوگئے شکار اسی کانٹ چھانٹ کے

جناب امیر احمد ممکنؔ

مزاحیہ شاعری انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے اردو ادب میں مزاحیہ شاعری کا اک مقام ہے مزاحیہ شاعری سے گلشنِ سخن پر رنگ و نکھار آیا ہے اس لیے اس صنف کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جناب امیر احمد ممکنؔ کا مزاحیہ شاعری میں جو درجہ ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ممکنؔ صاحب کے ذوق شعری پر گفتگو کی جاسکتی ہے آپ کا پورا نام امیر احمد تخلص ممکن اور ولدیت فتح محمد ہے آپ کی پیدائش ۳۶ء میں ہوئی آپ کا پیشہ جفت سازی ہے اور آپ ۵۵ء سے مزاحیہ شاعری کے فلک پر آفتاب کی طرح اپنی چمک دمک دکھارہے ہیں آپ کی باغ و بہار شخصیت ادب کے مزاحیہ پہلو لئے ہوئے ہے شہر کی معروف ادبی شخصیت جناب غفورؔ سہارنپوری مرحوم سے آپ اصلاح لیتے رہے اور اپنے فن کو بامِ عروج پر پہنچادیا۔

غزلیں

یہ مانا نزلہ گیا جاڑہ اور بخار گیا
مگر علاج گراں تھا جو مجھ کو مار گیا

تھی اک ضعیفہ کی ہانڈی مری وفا جیسے
کسی نے آکے چڑھادی کوئی اتار گیا

تو باتیں کرتا ہے کس منہ سے اب شریعت کی
ہزاروں بار ترے گھر میں وی۔ سی آر گیا

یہاں نہ رہرو کوئی ہے نہ نقش پا کوئی
یہ رکھشا والا مجھے کس جگہ اتار گیا

ذرا بھی جس کی وفا کا یقیں ہوا مجھ کو
حرام زادہ وہی چھین کر قرار گیا

مری وفات پہ اک دن کہیں گے سب ممکن
وفا کا آج زمانے سے ٹھیکیدار گیا

کھو کے آئینگے اپنا دین استاد
گھومنے جارہے ہیں چین استاد

عمر بھر تھوکتے رہے جس پر
چاٹتے ہیں وہی زمین استاد

ناگ پلنے کا خوف ہے شاید
ہاف رکھتے ہیں آستین استاد

مکتب علم وفن کا کیا ہوگا
بد ہیں شاگرد بدترین استاد

علم وفن کی کھرل میں پس پس کر
ہوگئے ہیں بڑے مہین استاد

شعر شاگرد کے کئے چوری
آپ ہیں کس قدر کمین استاد

ہائے وہ چھکڑۂ سخن ممکن
جس میں جوتے گئے ہیں تین استاد

جناب اسلام شرؔر

(سہارنپور)



اردو ادب کو جن نوجوان شاعروں نے اپنی فکر رسا کا خزانہ عطا کیا ہے ان میں ایک معتبر نام ہے شرؔر اکملی، جناب شرر اکملی اس دور کے تقاضوں پر گہری نگاہ رکھتے ہیں اور اپنے افکار کے نئے نئے گوشے ابھارتے رہتے ہیں آپ کا ذاتی نام محمد اسلام اور قلمی نام شرر اکملی ہے آپ کے والد محترم کا نام محمد اقبال ہے آپ کا ادبی سلسلہ جناب اکملؔ امام سے ملتا ہے آپ کا شمار جناب اکمل امام کے وفادار اور باشعور شاگردوں میں ہوتا ہے آپ ۱۹۷۶ء سے گلشن ادب کی آبیاری اپنے خون جگر سے کررہے ہیں آپ غزل کی روائت کو قائم رکھے ہوئے ہیں اور جدیدیت کا دامن آپ نے مضبوطی سے تھام رکھا ہے آپ کی نظمیں بھی فکر وشعور سے آراستہ ہیں آپ ہر طرح ایک کامیاب شاعر وادیب ہیں آپ کا ذریعہ معاش دستکاری ہے۔فی الحال آپ دہلی میں مقیم ہیں۔

غزلیں

حل ہو سکی ہے آ کے کہاں رہبروں میں رات
دیکھو گھری ہوئی ہے بڑی مشکلوں میں رات

مفلس کا خون بن کے جلی چمنیوں میں رات
دولہن کی طرح سج گئی پھر کوٹھیوں میں رات

اب تپتے دن کی آنکھ میں کاجل لگائیں گے
پنچھی چھپا تو لائے ہیں اپنے پروں میں رات

سورج اگے تو خود کو اجالوں میں بانٹ دیں
اس آس میں گذار رہے ہیں گھروں میں رات

ننھے اجالے کوکھ میں دم توڑتے رہے
مٹی کے مول بک گئی سوداگروں میں رات

سورج کی اک کرن بھی میسر نہ ہو سکی
زندہ رہی ہے شام تلک بادلوں میں رات

احساس کی کرن سے پگھلتے ہوئے شرر
بے جسم ہو گئی ہے مرے آنسوؤں میں رات

آسمانوں کی نظر شائد ادھر ہونے کو ہے
میری مٹی کا خزانہ معتبر ہونے کو ہے

جو مری میراث تھا تلوار کا فن دوستو
آنے والی نسل اس سے بے ہنر ہونے کو ہے

صبح کی پہلی کرن پھر رحمتیں برسائے گی
میرے بچو اب تو سو جاؤ سحر ہونے کو ہے

ایک ننھے سے دیئے کی منتظر ہیں آندھیاں
آخری وارث حکومت کا اگر ہونے کو ہے

میرے قد تک دھوپ ننگے پاؤں چل کر آ گئی
میرا سایہ خوف کھا کر مختصر ہونے کو ہے

رفتہ رفتہ فاصلوں کی برف اب گلنے لگی
غالباً پورا مرے دل کا سفر ہونے کو ہے

میں تو خود سورج اگاتا ہوں نئی تہذیب کے
اے شررؔ کب مجھ پہ دولت کا اثر ہونے کو ہے

جنابؔ صغیر احمد ساغرؔ

جناب صغیر احمد ساغر مشہور صحافی وادیب جناب نصرت ظہیر کے برادر ہیں آپ کے والد محترم جناب صوفی عبد العزیز صاحب عزیز قادری معروف نعت گو شاعر ہیں اور مذہبی شاعری میں اپنا جواب نہیں رکھتے جناب صغیر احمد ساغرؔ کی پیدائش سہارنپور میں ہوئی آپ ایسے نوجوان شاعر ہیں جو اپنے اشعار میں جذبے کی آنچ رکھتے ہیں اور زندگی کے مختلف پہلو پر آپ کی نگاہ رہتی ہے سماج کا بہت گہری نظر سے جائزہ لیتے ہوئے شعر کہتے ہیں آپ کا نام صغیر احمد ہے اور قلمی نام ساغرؔ ہے آپ نظم وغزل کی زبان میں گفتگو کرنے کے عادی ہیں آپ کی شاعری میں اونچے خیالات کی چھاپ ہے آپ کے کلام میں عصرحاضر کے تاثرات پائے جاتے ہیں آپ نے ایک ادب نواز اور علم دوست گھرانے میں آنکھ کھولی اور فن کا چراغ اپنے گھر میں روشن دیکھا تو خود بھی شعر کہنے لگے اور احساس کی میزان میں اپنے افکار کو تولنے ، واقعات اور حادثات زمانہ سے ٹکرانے کا آپ کو ہنر آتا ہے۔ آپ ایک خوش فکر شاعر وادیب ہیں۔

غزلیں

آوارگیٔ فکر کو الہام کہیں گے
تم چھپ کے کہو ہم تو سرِ عام کہیں گے

یوں کہنے کو کیا کیا نہ کہیں گے تجھے دن بھر
دراصل جو کہنا ہے سرِ شام کہیں گے

کچھ آگ سی باقی ہے ابھی اور لہو میں
کچھ شعر ابھی اور ترے نام کہیں گے

زنداں میں بھی کس فخر سے دن میں نے گزارے
میں کہہ بھی نہ پایا تو در و بام کہیں گے

کیا علم تھا یہ دن بھی ہیں تقدیر میں ساغرؔ
بے چینیاں جھیلیں گے اور آرام کہیں گے

تمام عمر کا بس ایک مشغلہ لکھنا
گزر گئے ہیں جو غم ان کا ماجرا لکھنا

کسی کے واسطے مرنے کی آرزو کرنا
کسی کے درد کو جینے کا آسرا لکھنا

نباہنا ہے تمہیں رسم اپنی بستی کی
اداسیوں کو بھی خوشیوں کا سلسلہ لکھنا

کتابِ دل میں جہاں دوستوں کا نام آئے
مرے عزیز رقیبوں کو بھی دعا لکھنا

ہمیں نے کون سا اچھا سلوک خود سے کیا
تو پھر زمانے کو بے کار بے وفا لکھنا

جو خود پہ بیت رہی ہے وہ بیت جانے دو
جو سب پہ بیت رہی ہے وہ دیکھنا لکھنا

جناب عبدالغفار سیفی



ایک ایسا شاعر جو مختصر عرصے میں فکری صلاحیتوں کی بنیاد پر ادیبوں اور شاعروں کے حلقے میں اپنا مقام بنا چکا ہے اہلِ نظر اس کو عبدالغفار سیفی کے نام سے جانتے ہیں۔ جناب عبدالغفار سیفی کی شاعری صحیفۂ محبت کی معتبر تفسیر ہے آپ بہت سوچ سمجھ کر شعر کہتے ہیں غزل آپ کی محبوب صنف ہے عدیم الفرصتی کی بنا پر آپ ادبی محفلوں میں بہت کم شرکت کرتے ہیں آپ کی رواداری، اور فراخدلی روز روشن کی طرح عیاں ہے آپ کا نام عبدالغفار تخلص سیفی ہے آپ ۲۷/ مئی ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے آپ کی ولدیت حاجی عنائت اللہ مرحوم ہے آپ نے دینی تعلیم، عربی اردو فارسی اساتذہ سے گھر پر حاصل کی آپکا مشغلہ ہے علمی ادبی و مذہبی ادبی کتابوں کا مطالعہ کرنا آپ نے شاعری کے میدان میں ابھی تک کسی کو اپنا استاذ نہیں بنایا لیکن بہت سے اساتذہ سے مشورۂ سخن لیتے رہے ہیں۔

پتہ: محلہ چوک بازداران قاضی اسٹریٹ سہارنپور۔ یوپی

غزل

سلسلے دار ورسن کے جسم وجاں تک آگئے
ہم وفا والے وفا کے امتحاں تک آگئے

اب گریباں کی خبر ہے اور نہ دامن کا خیال
تیرے بھولے پن کے صدقے ہم کہاں تک آگئے

میں تو سمجھا تھا کہ رہ جاؤ گے تھک کر راہ میں
مجھ کو خود حیرت ہے تم کیسے یہاں تک آگئے

مجھ کو اپنی بزم میں دیکھا تو کچھ برہم ہوئے
ہنس کے پھر کہنے لگے تم کیوں یہاں تک آگئے

سیفؔی اک دن میری چاہت رنگ لائیگی ضرور
وہ بھی آئینگے وہاں تک ہم جہاں تک آگئے

متفرقات

جب سے دنیا مری غمخوار ہوئی جاتی ہے
زندگی اور بھی دشوار ہوئی جاتی ہے

لہجہ میں آگئی تھی جو گرمی دم کلام
چھالے پڑے ہوئے ہیں ابھی تک زبان پر

آج سمندر ہے خاموش
ڈوب نہ جائے ناؤ رے

جناب اسلام انجم



غزل گوئی بڑا مشکل فن ہے اس میں خون جگر سے احوال حیات وکائنات کو زینت قرطاس کرنا پڑتا ہے اسلام انجم اک ایسے شاعر ہیں جنہوں نے غمِ زندگی کے اظہار کو نیا اسلوب دیا ہے آپ کے کلام سے آپ کے فنی قدو قامت کا پتا چلتا ہے آپ بڑی چست ودرست غزلیں کہتے ہیں۔ جن میں جذبات کی فراوانی اور تپش شوق پائی جاتی ہے آپ بلند حوصلگی وپامردی کے ساتھ ان راستوں کو طے کر رہے ہیں جن کو انہوں نے اپنے لیے متعین کیا ہے آپ کا نام محمد اسلام ولدیت شبیر احمد تخلص انجم ہے آپ موضع کاتلہ کلاں ضلع سہارنپور میں ۱۲/اپریل ۵۲ء کو پیدا ہوئے آپ نے حفظ کلام پاک کے بعد ادیب وادیب ماہر ادیب کامل کا کورس مکمل کیا اور ایم اے اردو روہیل کھنڈ یونیورسٹی سے کیا نوجوان اور مقبول شاعر ہیں اور ۷۸ء سے شعر کہہ رہے ہیں تلمیذ الرحمٰن ہیں آپ کا مشغلہ کتابت ہے۔

پتہ: چوب فروشان سہارنپور

غزلیں

جب اپنی بلندی سے انسان اتر جائے
اک بوجھ ہے دھرتی کا بہتر ہے کہ مر جائے

لہجے ہیں کہ نیزے ہیں اترے ہیں رگ و پے میں
وہ زہر ہے لہجوں میں رگ رگ میں اتر جائے

آئے بھی تو کیوں آئے وہ بات ترے لب پر
تو سن نہ سکے جس کو سن لے تو بکھر جائے

قطروں میں نظر آئے اوقات سمندر کی
مظلوم کے اشکوں کا دریا جو ٹھہر جائے

رکتی ہے زباں تیری حق بات پہ کیوں انجم
غازی ہے تو پھر غم کیا سر جائے اگر جائے

گھر گئی ہے زندگی کی ناؤ طوفانوں کے بیچ
لٹ گئی انسانیت کی لاج انسانوں کے بیچ

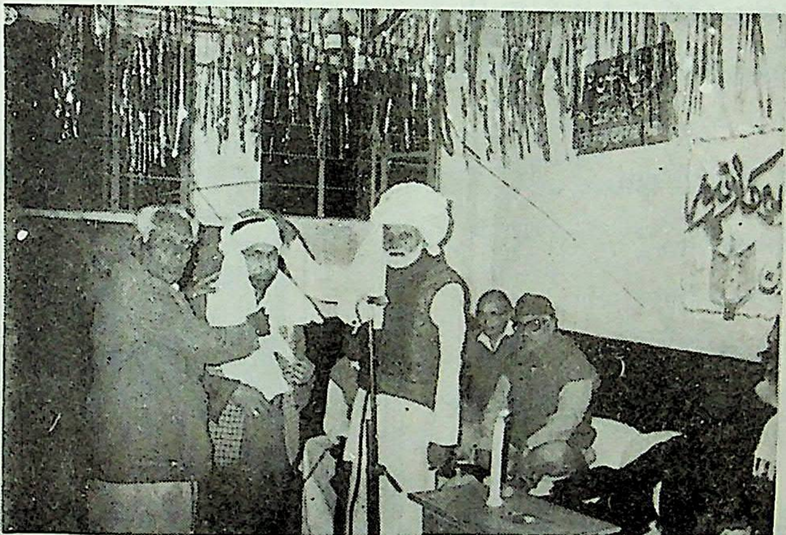
جی رہا ہوں اس طرح بیچارگی کے شہر میں
جس طرح ویران مسجد کوئی بتخانوں کے بیچ

اس نے کاٹی ہے سروں کی فصل بویا ہے لہو
یہ لہو ابھریگا طوفاں بن کے میدانوں کے بیچ

رنگ و بو ہوتے نہیں ہیں قید لیکن کر دیئے
رکھ دیا قرآن کو مخمل کے جزدانوں کے بیچ

ہے ضروری یہ بھی دنیا میں توازن کیلئے
پتھروں کو بھی سجادو آئینہ خانوں کے بیچ

مرکز حیاتِ اردو سہارنپور کی ادبی محفل کا ایک منظر



مرکز ہٰذا کی ایک ادبی و شعری نشست میں کھڑے ہوئے حضرت واصف عابدی، ہارون صابر کو اپنا جانشین مقرر کر کے دستار باندھتے ہوئے جن کا ساتھ جناب حامد سہارنپوری دے رہے ہیں۔ اسٹیج پر دائیں سے بائیں جناب ساحل فریدی، انور تاباں اور ارم عمرپوری نیچے تشریف رکھتے ہیں جناب محمد انعام صاحب اس نشست میں جناب حامد صاحب اور جوہر اخلاقی صاحب کی ادبی خدمات کے پیش نظر مرکز کی طرف سے دونوں حضرات کو ایک ایک شال پیش کی گئی۔

☆☆☆

قافلۂ ادب

منزل بہ منزل

نئے مسافر

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

مجروح سلطانپوری

ادارہ……

جناب واحدؔ سہارنپوری



جناب واحدؔ سہارنپوری اچھے شاعر ہیں اور اپنی سحر کرنے والی آواز سے لوگوں کو مسحور کرتے رہتے ہیں میر تقی میرؔ، مرزا غالبؔ اور علامہ اقبالؔ کے کلام کا مطالعہ کرنے سے آپ میں ذوق شعر گوئی پیدا ہوا، کافی عرصے سے شعر کہہ رہے ہیں غزل کے شاعر ہیں لیکن نظم وقطعات اور نعت وسلام بھی خوب کہتے ہیں آپ کے یہاں لفظوں کے تانے بانے کم ہوتے ہیں لیکن احساسات کی پرچھائیاں اور جذبات کی دھیمی آنچ زیادہ ہوتی ہے یہی وہ انفرادیت ہے جو آپ کے کلام میں پائی جاتی ہے آپ کا پورا نام عبدالواحد خاں، تخلص واحد. سہارنپوری عمر قریب ۵۵ سال ہے جناب واصف عابدی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے آپ تقریباً بیس سال سے اردو ادب کی خدمت کررہے ہیں مقامی وبیرونی مشاعروں میں شریک ہوکر شہر کی نمائندگی کا فرض ادا کرتے رہتے ہیں۔

پتہ :— 8/24 چوب فروشان عربی مدرسہ سہارنپور ۔ یوپی

غزلیں

جب وہ نظر بچا کے ادھر سے گزر گئے
تنہائیوں کے تیر جگر میں اتر گئے

صحن چمن میں ایسی چلیں غم کی آندھیاں
پتوں کے ساتھ پھول بھی سارے بکھر گئے

اچھا ہوا کہ رہ گئی جوش جنوں کی لاج
وحشت میں ہاتھ اپنے گریبان پر گئے

چوراہے پر حیات کے یہ سوچتا ہوں میں
تھا جن پہ مجھ کو ناز وہ ساتھی کدھر گئے

تم کو تو راس آگئی پھولوں کی انجمن
کانٹے مرا نصیب تھے دامن میں بھر گئے

واحدؔ ہنر کو موت نہیں ہے کبھی مگر
اپنی خودی کو بیچ کے فنکار مر گئے

طوفان اٹھا بجلی چمکی بادل کو برستا دیکھے ہے
مایوس مسافر راہوں میں انجام سفر کا دیکھے ہے

دل توڑنے والے توڑ گئے یہ آس مگر کچھ کم تو نہیں
امید کا دل میں ایک دیا تو اب بھی جلتا دیکھے ہے

انصاف کبھی ہوتا ہوگا یہ صرف فسانہ ہے باقی
اب ظلم کی حامی اک دنیا مظلوم کو روتا دیکھے ہے

اب خون کے رشتے مٹتے ہیں دنیا کو ہوس ہے دولت کی
کل جسکو سمجھتے تھے اپنا وہ آج تماشا دیکھے ہے

اے اشک ندامت آنکھوں میں کچھ دیر توقف کر تو سہی
اللہ کی رحمت کو واحدؔ اب جوش میں آتا دیکھے ہے

جناب عادل عقیل



جناب عادل عقیل شہر کی اک ایسی ادبی آواز ہیں، جن سے ادبی حلقے اچھی طرح واقف ہیں آپ جواں فکر شاعر ہیں اور ۱۹۸۰ء سے شاعرانہ ماحول کو گرم رکھے ہوئے ہیں آپکا نام محمد عادل عقیل تخلص عادل ہے آپ کو جناب واصف عابدی سے شرف تلمذ حاصل ہے آپ شہر سہارنپور میں ۱۲ر اگست ۶۳ء کو پیدا ہوئے ولدیت عقیل احمد ہے آپکی تعلیم بی۔اے۔آئی۔جی۔ڈی (ہے آپ ادیب کامل وفاضل دینیات ہیں آپکا پیشہ درس وتدریس ہے اس وقت ادارہ "شعاع ادب" کے سکریٹری ہیں ملک کے اچھے اخبارات ورسائل میں آپ کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے آپ کو نظم وغزل نعت ومنقبت پر قدرت حاصل ہے مسائل زندگی پر آپ کی گرفت مضبوط ہے آپ کے ذہن میں فکر کا آفتاب تازہ پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے آپ اک ایسے فن کار ہیں جو غزل کی آرائش اور جمال وکمال کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اورغزل میں وارداتِ قلبی کی ترجمانی بڑی آسانی سے کرلیتے ہیں۔

پتہ: سرائے قلندر بخش سہارنپور

غزلیں

اپنوں کو آزما کے قلم اس نے رکھ دیا
اچھا ہوا اٹھا کے قلم اس نے رکھ دیا

تحریر سے بنائی فضا انقلاب کی
ماحول کو جگا کے قلم اس نے رکھ دیا

کاغذ پہ آہ بھر کے لکھا پہلے ایک نام
پھر خود ہی مسکرا کے قلم اس نے رکھ دیا

تحریر کے سفر میں شعور حیات کا
اک راستہ دکھا کے قلم اس نے رکھ دیا

لکھنا پڑا فسانۂ سوزِ جگر مجھے
جب میرے پاس لا کے قلم اس نے رکھ دیا

عادلؔ برائے تبصرہ لفظوں کی شکل میں
جذبوں کے گل کھلا کے قلم اس نے رکھ دیا

محبت کے سفر میں ساتھ کچھ زادِ سفر رکھ لو
تمہارے کام آئینگے مرادوں کے گہر رکھ لو

اگر جلدی پہنچنا چاہتے ہو اپنی منزل پر
تو بہتر ہے قدم اپنے ہوا کے دوش پر رکھ لو

مری مجبوریوں کا پھر تمہیں احساس ہو جائے
مرے حالات کو اپنے خیالوں میں اگر رکھ لو

اگر تقسیم کر دیتے بڑے آرام سے رہتے
کہا تھا کس نے خوشیوں کا خزانہ اپنے گھر رکھ لو

نظر والو بچھڑ جاؤں گا اگلے موڑ پر تم سے
نہ چھوٹے ساتھ جس کا ایسا کوئی ہمسفر رکھ لو

تمہارے خون کے پیاسے ہیں انکے دل میں کینہ ہے
تم اپنے دوستوں کی آستینوں پر نظر رکھ لو

جو رہنا ہے تمہیں عزت سے اس دنیا میں اے عادلؔ
تو اپنے پاس کچھ سرمایۂ علم و ہنر رکھ لو

جناب ناصر زیدی



جناب ناصر زیدی کا پورا نام ناصر حسین تخلص ناصر زیدی ہے آپ زیدی سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں آپکے والد سید جعفر حسین مرحوم نیکیوں کا نمونہ تھے، ناصر زیدی ۱۳ر مئی ۴۳ء کو نجیب آباد ضلع بجنور میں پیدا ہوئے اور عرصہ دراز سے شہر سہارنپور میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں مڈل تک آپ نے مناسب تعلیم حاصل کی ۱۹۶۵ء سے آپکی شعر گوئی کا آغاز ہوا آپ نے نظم و غزل کا راستہ جناب حمید قریشی مرحوم کی رہنمائی میں طے کیا اور نعت و سلام و منقبت میں جناب واصف عابدی سے اصلاح لیتے رہتے ہیں۔ جناب ناصر زیدی عارض و زلف کے شیدائی ہوتے ہوئے بھی اپنے دور کی دکھتی رگوں کو چھیڑتے رہتے ہیں آپکی آواز میں احتجاج کا عنصر غالب ہے آپکا کلام "ان دونوں" "گرج" "الجمعیۃ" وغیرہ اخبارات اور نکہت گل، خاتون مشرق، گلابی کرن، رہگزر، زیب و زینت وغیرہ ادبی رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے آپ شاعرانہ اوصاف کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے انسان ہیں۔

پتہ: مکان 954 گلی 8/5 کمیلہ روڈ سہارنپور۔

غزلیں

جب دلوں ہی میں کھنچ گئی دیوار
پھر تو آنگن میں بھی اٹھی دیوار

تفرقہ ہو تو آہنی دیوار
بن کے رہ جائے ریت کی دیوار

چاندنی، دھوپ، میرے آنگن کی
روک لیتی ہے سیٹھ کی دیوار

جو تھے اپنے وہ ساتھ چھوڑ گئے
راہ میں مفلسی بنی دیوار

اس پہ نازاں نہ ہو غرور نہ کر
زندگی تو ہے ریت کی دیوار

وہ جہاں میں عروج پا نہ سکا
بن گئی اس کی سادگی دیوار

گھر کا آنگن ہے تنگ اے ناصرؔ
بیچ میں جب سے ہوگئی دیوار

ہنر ایسا کوئی ایجاد ہوگا
کہ زیرِ دام خود صیاد ہوگا

جسے خود باغباں برباد کردے
وہ گلشن کس طرح آباد ہوگا

مجھے ازبر ہے ماضی کا فسانہ
مگر چھوڑو تمہیں کب یاد ہوگا

کوئی کوہِ الم کاٹے تو جانیں
ہوا ہوگا اگر "فرہاد" ہوگا

میں کب سے انکے منہ کو تک رہا ہوں
مرے بارے میں کیا ارشاد ہوگا

فقط پنجرا ہی رہ جائے گا ناصرؔ
جو پنچھی سانس کا آزاد ہوگا

جناب عاصم پیرزادہ



آپ کا نام عاصم نجم اور تخلص عاصم پیرزادہ ولدیت نجم الحق ہے آپ سہارنپور میں یکم جنوری ۲۷ء کو پیدا ہوئے آپ اچھے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں آپ کی تعلیم بی۔کام۔ایم۔اے (معاشیات،انگریزی) ہے آپ مزاحیہ شاعر ہیں اور اپنے مخصوص انداز میں مزاحیہ فکر کو شعر کا لباس عطا کر کے دامنِ قرطاس کی زینت بنا دیتے ہیں اور فکر کی کمان سے طنز و مزاح کے تیر چلاتے ہیں جناب ساحل فریدی سے آپ کو شرفِ تلمذ حاصل ہے آپ کا قلم ہر وقت متحرک رہتا ہے آپ کی شاعری میں قارئین کی دلچسپی کا سامان موجود ہے آپ کا طنزیہ اور مزاحیہ اسلوب اور پیرایۂ اظہار جدت لیے ہوئے ہے مزاحیہ شاعری بھی اک غذا ہے جو دل کو توانائی بخشتی ہے۔

پتہ: ٹولی کلالان سہارنپور

غزلیں

میں پرانی سائیکل پر وہ نئی سی کار میں
فرق یہ ہوتا ہے فنکارہ میں اور فن کار میں

کر گیا برباد اس کو سیڑھیاں چڑھنے کا شوق
جیب خالی ہو گئی پازیب کی جھنکار میں

اشتہاری مجرموں کے یا بڑے نیتاؤں کے
فوٹو چھپ جاتے ہیں آسانی سے ہر اخبار میں

میل اور فی میل کی پہچان مشکل ہو گئی
پینٹ میں محترمہ ہیں اور محترم شلوار میں

جان لینے کی یہ بالکل ماڈرن ترکیب ہے
پیش فرما دیجیے اک بم چھپا کر ہار میں

آج کل اچھے برے کو جانچنے والا ہے کون
مول گھوڑوں کا ہے بکتے ہیں گدھے بازار میں

کرفیو کا ہو گیا اعلان اور گھر دور ہے
یعنی عاصم آج رضیہ پھنس گئی اغیار میں

بناوٹ کا اگر غازہ نہیں ہے
کوئی چہرا یہاں تازہ نہیں ہے

ہمیں دستک کا اندازہ نہیں ہے
"ہمارے گھر کا دروازہ نہیں ہے"

بکھر خود ہی گئے ہو بے وقوفو
جو بکھرا ہے وہ شیرازہ نہیں ہے

تمہارے رُخ پہ بارہ بج رہے ہیں
تمہیں اتنا بھی اندازہ نہیں ہے

سبھی لیمن پہ تالے جا رہے ہیں
کسی بھی ہاتھ میں مازہ نہیں ہے

میں عاصم اپنی حد میں۔ اڑ رہا ہوں
مری پرواز پروازہ نہیں ہے

جناب انور خاں عنبر



آپ کا نام راؤ محمد انور خاں، قلمی نام عنبرؔ اور ولدیت محمد افضل خاں مرحوم ہے آپ کی پیدائش سہارنپور میں ہوئی سال پیدائش ۱۹۵۱ء ہے آپ نے ۶۲ء سے شعر کہنا شروع کیا آپ کو جناب سمیع اللہ صبا سے شرف تلمذ حاصل ہے آپ کی تعلیم ایم۔اے۔ ہے آپ کی تصانیف خواب وخیال، مثنوی نادرہ، پیام کردار جہیز کی صلیب وغیرہ ہیں اور آپ پیشے کے اعتبار سے درس تدریس سے وابستہ ہیں آپ کی شاعری محبت کی شاعری ہے آپ اشعار کے بہانے حرف تمنا زبان پر لاتے ہیں اور سیدھی سچی بات کو سیدھے سادے بے تکلف انداز میں پیش کرتے ہیں آپ کے اشعار میں نزاکت احساس، بیداری ضمیر اور اخلاقی جرأت کا عکس ملتا ہے اسی لیے آپ غزل کے شاعر ہیں مگر دیگر اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں۔

پتہ:- مکان 13/179 محلہ جاٹوان. سہارنپور

غزلیں

پرکھوں گا میں خود اپنے ہی کردار کا معیار
پھر بعد میں دیکھوں گا خریدار کا معیار

دینے پہ جو آتا ہے تو دیتا ہے سبھی کو
جانے ہے وہ ہر ایک طلبگار کا معیار

افکار کا معیار ہے خود میرا تعارف
کیوں کر نہ ہو اونچا مرے افکار کا معیار

ہے ذات مری لطف و محبت کا نمونہ
تو دیکھتا کیا ہے مرے کردار کا معیار

اپنوں سے نہ کر فن کا کوئی سودا خدارا
رہ جائے گا پھر کیا کوئی فنکار کا معیار

غزلوں سے نمایاں ہے یہ معیار کا معیار
غزلیں تو ہیں سب عنبر فنکار کا تحفہ

ستارے توڑ لاتے آسماں سے
ذرا کچھ آپ کہتے تو زباں سے

بتاؤ کیا خطا ہم سے ہوئی ہے
نظر آتے ہو کیوں تم بدگماں سے

ہوئے ہیں آپ ہی جب کچھ پریشاں
بتاؤ ہم سکوں پائیں کہاں سے

نہ جانے ان کے قدموں کی یہ آہٹ
مجھے محسوس ہوتی ہے کہاں سے

عیاں ہو جائے گی ساری حقیقت
حجاب اٹھنے لگے ہیں درمیاں سے

جو عنبر ان سے دل کی بات کہہ دے
میں آخر وہ زباں لاؤں کہاں سے

جناب احسان وارثی



جناب احسان وارثی کا اسم گرامی احسان وارثی ہے احسان تخلص کرتے ہیں ولدیت چودھری شریف احمد عمر قریب ۴۰ سال ہے اور وطن شہر سہارنپور ہے آپ ۱۹۷۵ء سے عروس سخن کے گیسو سنوارنے میں مصروف ہیں آپ نے شاعری کے ابتدائی دور میں جناب انور تاباں و جناب سکندر حیات سے استفادہ کیا اس کے بعد جناب حنیف سیمابی مرحوم سے اصلاح لیتے رہے حنیف صاحب کی وفات کے بعد جناب حامد سہارنپوری کو اپنا رہنما منتخب کیا اور اب انہیں کی رہبری میں آگے قدم بڑھا رہے ہیں جناب ظفر تہذیبی جناب شکیل بدایونی جناب احمد فراز جناب شمیم جے پوری آپکے پسندیدہ شعراء ہیں آپ کی شاعری میں حالات کی عکاسی اور حادثات کی دھوپ پائی جاتی ہے آپ غزل میں غم جاناں اور غم دوراں دونوں کو سمودیتے ہیں اور گلشن ادب کی آبیاری خون جگر سے کر رہے ہیں کلام میں پختگی اور اظہار کے لہجے میں نیاپن ہے آپ نعت وسلام بھی خوب کہتے ہیں جن میں حسن عقیدت کے ساتھ ساتھ اوصاف حمیدہ کی ترجمانی ہوتی ہے۔

پتہ: ثناٹی اسٹال پل بنجاران سہارنپور

غزلیں

ان کا دامن ہے مراہات الٰہی توبہ
وحشت دل کی کرامات الٰہی توبہ

اس طرف طرزِ حجابات الٰہی توبہ
اس طرف شوق ملاقات الٰہی توبہ

مستقل گردش حالات الٰہی توبہ
بن گئے دن بھی مرے رات الٰہی توبہ

کھوٹے سکے دیے انمول دعا کے بدلے
دستِ کم ظرف کی خیرات الٰہی توبہ

لٹ گئی عصمت دوشیزۂ فن بھی جیسے
اب کی فلموں کے یہ نغمات الٰہی توبہ

نظر میں شوق طلب دل میں آرزو رکھیو
جہاں میں نام محبت کو سرخرو رکھیو

رگوں میں میری بقدر چمن لہو رکھیو
مری وفاؤں کی اللہ آبرو رکھیو

کمالِ عزم و عقیدت سے بزم قاتل میں
رگ حیات کو خنجر کے روبرو رکھیو

ملے ملے نہ ملے تم کو جادۂ منزل
کہ فرض فرض ہے منزل کی جستجو رکھیو

مرے چمن کو الٰہی بہار دیتے وقت
گلوں میں پیار کی رنگت وفا کی بو رکھیو

اگر متاعِ دل وجاں عزیز ہے احسانؔ
رہِ طلب میں قدم بھول کر نہ تو رکھیو

جناب پرہلاد آتش



آپ کا نام پرہلاد آتش تخلص کرتے ہیں آپکے والد جناب رادھے شیام کو شاعری کا شوق تھا جناب پرہلاد آتش ۲۲ / مارچ ۱۹۵۱ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئے آپکی تعلیم بی۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ہے۔ آپ اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں بہت اچھا شعر کہتے ہیں آپکی غزلوں میں نیاپن ملتا ہے اور احساس کے دریچے کھول کر آپ دل کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں گیت بھی بہت خوبصورت کہتے ہیں آپ بیرونی و مقامی مشاعروں میں شرکت فرما کر شہر کی نمائندگی کا فریضہ ادا کرتے ہیں آپکا کلام ملک کے معروف اخبارات میں شائع ہوتا ہے "دوردرشن" سے بھی آپکے پروگرام نشر ہوتے رہتے ہیں آپکی شاعری آپکی طرح فعال اور متحرک ہے اور سچی بات تو یہ کہ ہے حقائق کے اندر جینے والے شاعر ہیں آپ اپنی ذات کی اندرونی کشمکش کا اظہار جمالیاتی رکھ رکھاؤ کو برقرار رکھتے ہوئے بڑے اچھوتے انداز میں کرتے ہیں آپکی شاعری سے آپکی ذات کی لطیف ترین سطحوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ جناب انور تاباں سے آپ اصلاح لیتے ہیں۔

پتہ:- 10/142 گلی بانس تراشان سہارنپور، یوپی

غزلیں

کسی سازش کی پھر تیّاریاں ہیں
ہواؤں . سے بڑی سرگوشیاں ہیں

گھرے ہو تم اگر مجبوریوں میں
ہماری بھی تو کچھ مجبوریاں ہیں

پیا ہے نفرتوں کا زہر صدیوں
زباں میں یوں نہیں یہ تلخیاں ہیں

ترقی یوں تو کی ہے عورتوں نے
مگر گھر میں وہ اب بھی باندیاں ہیں

نہیں ہے متحد جو قوم لوگو
اسی کے بھاگ میں بربادیاں ہیں

مجھے وہ کیا سہارا دے سکیں گے
کہ جن ہاتھوں میں خود بیساکھیاں ہیں

زباں سادہ سہی آتش کی لیکن
خیالوں میں بڑی گہرائیاں ہیں

کبھی ہنسائے کبھی آنکھ میں نمی لائے
یہ تیری یاد ہے اب بھی جو مجھ کو تڑپائے

نظر نظر سے اگر گفتگو کرے کوئی
تو یہ سمجھ لو وفا کے شجر نکل آئے

وفا پہ میری اسے اعتبار آئے گا
اسی امید پہ اس کے فریب بھی کھائے

نہ آخری ہو کہیں شام یہ سفر کی مرے
بہت طویل ہوئے جا رہے ہیں اب سائے

تم اس کی راہ میں روشن چراغ کر دینا
گیا ہے روٹھ کے جو کیا خبر پلٹ آئے

جھلس رہا ہوں میں تنہائیوں کی آتش میں
کوئی تو بن کے گھٹا دل پہ میرے چھا جائے

جناب سلیمان عادلؔ



آپ شہر کے اک ایسے خوش فکر شاعر ہیں جو ادبی محفلوں میں کثرت سے شرکت کرتے ہیں اور آواز کا جادو جگاتے رہتے ہیں آپ کی غزلوں میں محبت کا رنگ و نکھار پایا جاتا ہے اور احساس کی وادی میں آپ کا مسلسل سفر اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ شعری ذوق میں توانائی کے آثار پیدا ہو چکے ہیں ابھی شاعری کی ابتداء ہے آپ ۸۲ء سے عروس ادب کے گیسو سلجھانے میں لگے ہوئے ہیں جناب نشتر مظاہری کے فیضان نظر کی بدولت آپ کی شاعری کا ہر گوشہ تابناک ہوتا جا رہا ہے آپ کا پیدائشی نام محمد سلیمان ہے عادلؔ آپ کا تخلص ہے ولدیت عبدالکریم انصاری ہے آپ کی پیدائش یکم مارچ ۵۷ء کو ہوئی آپ کا وطن شہر سہارنپور ہے آپ غزل کے علاوہ نظم و قطعات اور نعت و سلام بھی خوب کہتے ہیں۔

☆☆☆

پتہ:- محلہ آتش بازان مغلوں والی مسجد سہارنپور

غزلیں

ہم لوگ زمانے سے نفرت کے مٹانے کو
پھرتے ہیں محبت کا پیغام سنانے کو

خوشبو سے محبت کی بھر دے جو زمانے کو
ہم آئے ہیں گلشن میں وہ پھول کھلانے کو

رونا ہے ترا بہتر جب یاد الٰہی میں
کاہے کو بھگوتا ہے تو غیر کے شانے کو

مل کر ہی وطن ہم نے آزاد کرایا تھا
وہ یاد نہیں رکھتے ماضی کے فسانے کو

اب ایسی سیاست کو دنیا سے مٹادیں گے
جو آگ لگاتی ہے مفلس کے ٹھکانے کو

پیغام محبت جو لب پر ہے ترے عادلؔ
گائے گی بھی دنیا کل اس تیرے ترانے کو

ذہنوں سے دوریوں کو مٹانے کی بات کر
بھٹکے ہوؤں کو راہ پہ لانے کی بات کر

دینا جواب تلخ کلامی کا پیار سے
انسانیت سے شر کو دبانے کی بات کر

چلتا رہے یہ پیار محبت کا سلسلہ
ہر آدمی سے ہاتھ ملانے کی بات کر

پرچم نہ کر بلند کوئی اب فساد کا
جو ہو چکا ہے اس کو بھلانے کی بات کر

روشن ہوں جن سے پیار محبت کی محفلیں
ہر دم وفا کے دیپ جلانے کی بات کر

عادلؔ سدھارنا ہے اگر اپنے دیش کو
ماحول ایکتا کا بنانے کی بات کر

جناب شکیل احمد شکیلؔ



آپ کا نام شکیل احمد تخلص شکیلؔ ولدیت جناب شریف احمد مرحوم مقام پیدائش میر کوٹ سہارنپور ہے آپ ۹ر اپریل ۵۹ء کو پیدا ہوئے آپ کی تعلیم ادیب ماہر ہے آپ کو جناب نشتر مظاہری سے شرفِ تلمذ حاصل ہے آپ کی شاعری کی ابتداء ۱۹۷۱ء سے ہوئی آپ نے گرمیٔ جذبات اور توانائی سے راہِ غزل استوار کی ہے غزل میں آگہی کی خلش بھی ہے اور شوق کی تپش بھی آپ کے کلام میں غم ذات کے سوا غم کائنات بھی پایا جاتا ہے سوز وگداز سے بھرپور آپ کی شاعری دلوں کو روحانی غذا بخشتی ہے آپ نے طبیعت موزوں پائی ہے مضبوط اور پُر اثر شعر کہتے ہیں سب کے ساتھ خلوص ومروت اور اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ پیشہ کے اعتبار سے آپ حکیم ہیں۔

پتہ: محلہ میرکوٹ اندرون سہارنپور، یوپی۔

غزلیں

پیتا ہوں گھونٹ گھونٹ بڑے اہتمام سے
وہ زہر جو ملا ہے محبت کے نام سے

فرصت ملی جو گردش آفاق سے کبھی
پوچھیں گے حال دل تری زلفوں کے دام سے

تحفہ غموں کا ہمکو ملا جو بھی عشق میں
دل سے لگا لیا ہے بڑے احترام سے

آکر جہاں پہ ساتھ ہر اک شخص چھوڑ دے
مجھ کو بلا رہا ہے کوئی اس مقام سے

الزام دوں کسی کو یہ عادت نہیں مگر
اکثر فریب کھائے ہیں ہر خاص و عام سے

وہ مختصر حیات جو صدیوں پہ بار ہو
کچھ کم نہیں شکیلؔ حیات دوام سے

غم جب سے آنسوؤں کی زباں تک پہنچ گئے
راز عاشقی کے شرح و بیاں تک پہنچ گئے

شکل اپنی ہم بھی دیکھ کے مسرور ہو سکیں
اس دھن میں بزم شیشہ گراں تک پہنچ گئے

خوش فہمیٔ بہار کی نیر نگیاں نہ پوچھ
اہلِ چمن چمن کی خزاں تک پہنچ گئے

ہر روز ایک فکر نئی ایک غم نیا
اے چشم یار ہم یہ کہاں تک پہنچ گئے

وہ بھی ہمارے حال سے حیرت میں ہیں شکیلؔ
ہم ان کی جستجو میں کہاں تک پہنچ گئے

جناب اظہؔر کاظمی



جناب اظہؔر کاظمی کی شاعری انسانیت کی خوشبو سے رچی بسی ہے آپ کا کلام مہذب اور متوازن فکر لہجے کی پختگی اور جذبے کی گرمی سے مالا مال ہے آپ کی غزلوں میں آثار کربلا پائے جاتے ہیں کربلا کے محترم کرداروں کو بطور شعری استعارہ کے پیش کرنے کا آپ کو ہنر آتا ہے آپ سچے عاشق رسولؐ ہیں جو شمع احساس سے دلوں کو روشنی اور گرمی عطا کر کے ہمارے اندر حریت فکر وعمل کا جذبہ بیدار کر رہے ہیں آپ نے غزلوں کے علاوہ نعت وسلام اور نوحے بھی کہے ہیں آپ کا پیدائشی نام اظہر حسن تخلص اظہؔر کاظمی ولدیت ایزد حسن کاظمی ہے آپ کا سلسلۂ نسب امام موسی کاظمؑ سے ملتا ہے عمر ۳۵ سال اور سکونت سہارنپور اور تعلیم بی۔اے ہے آپ نے ۱۹۹۰ء سے شعر کہنا شروع کیا آپکو جناب واصف عابدی سے شرفِ تلمذ حاصل ہے آپ کا پیشہ اخبار نویسی اور تجارت ہے۔

پتہ: اظہؔر کاظمی محلہ طوبان نزد غفورؔ چوک سہارنپور

غزلیں

پیار کی اک نظر چاہیے
مجھ کو خواب سحر چاہیے

آج میں کھو گیا ہوں کہیں
مجھ کو اپنی خبر چاہیے

جس کا بے مثل کردار ہو
ہم کو وہ راہبر چاہیے

تیر کھا کر جو ہنستا رہے
آج ایسا پسر چاہیے

پتھروں کے نگر میں مجھے
ایک شیشے کا گھر چاہیے

مجھ کو اظہرؔ رہِ زیست میں
اپنا اک ہمسفر چاہیے

پہنچی نظر جو میری کبھی آسمان پر
اس وقت دی ہے میں نے توجہ اڑان پر

جب سے خبر ملی ہے کہ سچ بولتے ہیں ہم
پابندی لگ گئی ہے ہماری زبان پر

سینے سے جس نے توڑ دیئے برچھیوں کے پھل
دنیا کو اب بھی ناز ہے اس نوجوان پر

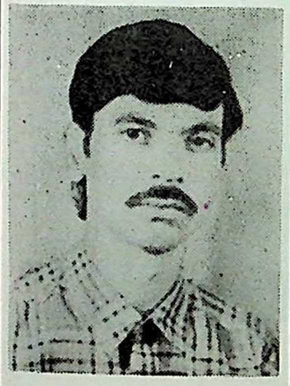
وہ جھوٹ بولنے کو سمجھتا ہے اک ہنر
تم کیوں یقین کرتے ہو اس کے بیان پر

اک اینٹ بھی لگانے کا اب حوصلہ نہیں
بجلی گری ہے جب سے مرے سائبان پر

بھولے سے بھی اٹھے گا نہ ایسا کوئی قدم
آجائے جس سے حرف بزرگوں کی آن پر

اظہرؔ ہمیں سکون کی دولت نصیب ہے
سایہ ہے راحتوں کا ہمارے مکان پر

جناب سید محمد راشدؔ



آپ کا اسم گرامی سید محمد راشد ہے اور راشدؔ تخلص کرتے ہیں ولدیت سید فروز علی اور سال پیدائش ۱۹۵۸ء ہے سہارنپور آپکا وطن ہے ذریعۂ معاش ووڈ کارونگ تعلیم متوسط ہے آپ نے ۱۹۹۱ء میں شاعری کی دہلیز پر قدم رکھا فکری سفر میں جناب عبدالسبحان پیکر کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی نے بڑا کام کیا آپ کی غزلوں میں محبت کے والہانہ جذبات پائے جاتے ہیں اور زمانہ کے تقاضوں پر گہری نگاہ رکھے ہوئے ہیں آپ جادۂ شعر وادب کو طے کر رہے ہیں اگر عزم محکم اور فکری صلاحیتوں سے آپ نے کام لیا تو شاعری کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکیں گے آپ کی ادبی صلاحیت روز بروز ابھرتی جارہی ہے اور تخیلات کی کمان نئے نئے انداز سے کڑکتی رہتی ہے جس سے نکلنے والے تیر دلوں میں اتر جاتے ہیں آپ خوش مزاج اور زندہ دل انسان ہیں اور مرکز حیات اردو سہارنپور کے سکریٹری ہیں۔

پتہ: سرائے مروان علی نزد انواریہ مسجد سہارنپور

غزلیں

ہم فقط رب کی کریمی پہ نظر رکھتے ہیں
کٹ کے گر جائے جو ایماں پہ وہ سر رکھتے ہیں

ہم پہ الزام لگانے کی نہ کوشش کرنا
ہم تری چال سے بچنے کا ہنر رکھتے ہیں

تیر اندھیرے میں چلانے کے نہیں ہم قائل
معتبر دوستو ہم سمتِ سفر رکھتے ہیں

یہ تو سچ ہے کہ ملوث گناہوں میں بہت
کچھ نہ کچھ پھر بھی دعاؤں میں اثر رکھتے ہیں

رازِ الفت کو چھپایا ہے ہمیں سے تو نے
تیری ہر بات کی ہم یار خبر رکھتے ہیں

جو بھی جی چاہے وہی ہم کو سزا دے دیجئے
آپ کے سامنے ہم جان و جگر رکھتے ہیں

شائبہ جس سے ہو ایماں میں خلل کا راشدؔ
اپنی ٹھوکر پہ وہ ہم شوق سے زر رکھتے ہیں

مرا عشق ہی تری آبرو مرا عشق ہی تری شان ہے
مرے عشق کا ہی یہ فیض ہے تجھے خود پہ جتنا گمان ہے

میں اسیر ہوں تری چاہ کا مجھے اعتراف گناہ کا
مجھے لینا دینا حرم سے کیا مری بندگی ترا دھیان ہے

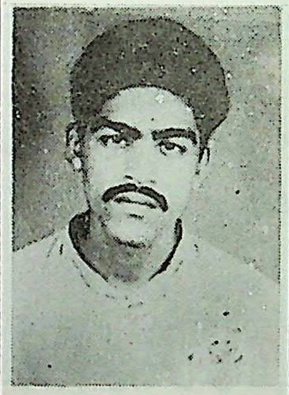
تجھے کچھ خبر بھی ہے ہم نشیں ترے رخ پہ مثلِ مہ مبیں
جو چمک رہا ہے ابھی تلک مری چاہتوں کا نشان ہے

مرا چین تو ہے قرار تو تو مری زندگی کی بہار تو
تری دید میری حیات ہے تری یاد میرا جہان ہے

نہ نظر لگے کبھی عشق کو کسی بے ادب بے لحاظ کی
کہ یہی زمانے کی زندگی یہی روح ہے یہی جان ہے

تجھے راشدؔ اسکا پتہ نہیں کہ مرا ضمیر بکا نہیں
مرا عزم بھی ہے بلند تر مرا حوصلہ بھی جوان ہے

جناب رضوان احمد رضواںؔ



جناب رضوان احمد رضواںؔ شہر کے ادبی حلقوں میں اپنی شناخت قائم کئے ہوئے راہ شعر و سخن کو ۱۹۹۳ء سے طے کر رہے ہیں آپ کا نام رضوان احمد اور قلمی نام رضواںؔ ہے آپ کے والد کا نام اسلام احمد ہے آپ نے مناسب تعلیم پائی آپ ۱۹۷۴ء میں پیدا ہوئے آپ کو جناب نشترؔ مظاہری سے شرفِ تلمذ حاصل ہے اور ان کی تربیت کے سائے میں آپ کی فکر رسا کا قافلہ آگے بڑھ رہا ہے آپ کے یہاں لہجے کی دردمندی اور جذبے کی آنچ سے آراستہ غزلوں کی ایک دنیا ہے جن میں عشقیہ خیالات رقص کرتے نظر آتے ہیں آپ کی شاعری محبت کے نغموں، کو جنم دیتی ہے خلوص و وفا اور ایثار کی اپنی ایک زبان ہوتی ہے جس میں جناب رضواںؔ گفتگو کرتے ہیں غم جاناں جب درِ دل پہ دستک دیتا ہے تو زندگی میں نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔ جناب رضوان کے اشعار قاری کو اک نئے عالم سے روشناس کراتے ہیں۔ آپ مرکز حیات اردو سہارنپور کے نائب سکریٹری ہیں۔

پتہ:- مہندی سرائے گلی ۱ سہارنپور، یوپی

غزلیں

شعروں میں ہم جو حسن کی تعریف کر گئے
ان کی نظر میں اور بھی کچھ ہم سنور گئے

ہم جن کے واسطے ہیں ابھی تک غزل سرا
وہ اک جھلک دکھا کے نہ جانے کدھر گئے

ہم سے نباہی خوب محبت حضور نے
دیوانہ ہم کو شہر میں مشہور کر گئے

تنہا جو مجھ کو دیکھ کے ہوتے تھے شادماں
دیکھا جو ساتھ آپ کو چہرے اتر گئے

ایسے لگا گھٹائیں ہوں جیسے گھری ہوئیں
جب بھی کسی کے چہرے پہ گیسو بکھر گئے

محفل سے انکی آئے ہیں سب کچھ گنوا کے ہم
ہوش و حواس صبر و قرار و نظر گئے

جب تک نہ دیکھا ان کے سراپا کو غور سے
رضوآن ہم بھی لوٹ کے تب تک نہ گھر گئے

مقدر میں نہیں ہے کامرانی کون کہتا ہے
نہیں میں کامیاب زندگانی کون کہتا ہے

ہمیشہ جو کسا کرتا ہے مجھ پر طنزیہ جملے
کرے گا وہ ہی مجھ پر مہربانی کون کہتا ہے

یہی تو ہے کہ جس نے دیش کی دولت کو لوٹا ہے
حوالے کو یہاں جھوٹی کہانی کون کہتا ہے

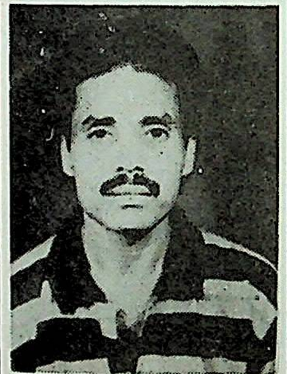
یہاں سب دوسروں کے کام پر تنقید کرتے ہیں
جو خود میں ہو کمی اپنی زبانی کون کہتا ہے

بہت ہے سنگدل دنیا تو پھر بے بس غریبوں کی
حیات اس دور میں ہو گی سہانی کون کہتا ہے

حق اردو کا بھی ہے رضوآن ملک ہند میں شامل
فقط ہندی کو ہی ہندوستانی کون کہتا ہے

☆☆☆

جناب مستقیم روشن



جناب مستقیم روشن کے یہاں گرمیٔ احساس اور تاثیر بیان پائی جاتی ہے آپ کی شاعری جمالیات کی سرحد سے گھری ہوئی ہے آپ غزلوں میں اپنے دل کی بات بڑی خوبصورتی سے کہتے ہیں آپ کے کلام میں کلاسیکیت کا رچاؤ ہے آپ محسوسات کے شاعر ہیں آپ کا اسم گرامی مستقیم خاں تخلص روشن اور ولدیت نسیم خاں ہے آپ یکم اپریل ۶۷ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸۹ء میں آپ نے شعر و ادب کی دنیا میں قدم رکھا مسلسل اسی راستے پر سفر کر رہے ہیں جناب مولانا نشتر مظاہری سے اکتساب فن کر رہے ہیں اور موصوف کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہیں آپ کی تعلیم ایم۔ کام ہے۔ آپ کے جذبات کا سورج ادب کی دنیا پر طلوع ہوتا ہے تو شعر کا لباس پہن لیتا ہے آپ کی شاعری کا بیشتر حصہ دل کی دھڑکنوں، محبت کے نغموں سے عبارت ہے آپ کی فکر جمیل دنیائے ادب میں نئے نئے گوشے ابھارتی ہے آپ ایک مخلص اور زندہ دل انسان ہیں۔

غزلیں

دل غمِ یار سے مانوس ہوا ہے شاید
یا کہ تنہائی کا احساس نیا ہے شاید

ورنہ کیوں ٹیس اٹھی اس کا خیال آتے ہی
گوشۂ دل میں کوئی زخم ہرا ہے شاید

گھورتی ہیں مجھے مشکوک نگاہیں ہر سو
آج مجھ پر کوئی الزام لگا ہے شاید

پیار سے چوما گلِ تر کو تو ہچکی آئی
اس نے بھی یوں ہی مجھے یاد کیا ہے شاید

دھڑکنوں میں ہے اداسی کا ترنّم جیسے
دل مرا طرزِ خوشی بھول گیا ہے شاید

مست خوشبو کا ہے احساس فضا میں روشن
گل صفت کوئی قریب آ کے بسا ہے شاید

آپ سے کیسے بھلا نظریں چرا کر جی لیں
کیسے تقدیر سے دامن کو بچا کر جی لیں

نقش چہرے کے چغل خور بنے رہتے ہیں
حال دل کیسے زمانے سے چھپا کر جی لیں

پاؤں چھونے کو ہو منزل تو بتاؤ کیسے
خود رہ عشق میں دیوار بنا کر جی لیں

ہم نے پیغام وفا جگ کو دیا ہے برسوں
بے وفا خود کو پھر اب کیسے بنا کر جی لیں

لمحۂ فرقت جاں جاں پہ بہت بھاری ہے
مستقل بوجھ یہ پھر کیسے اٹھا کر جی لیں

دل کے دریا میں جو طوفان اٹھا ہے روشنؔ
اس کی آواز بھلا کیسے دبا کر جی لیں

جناب احتشام دلکشؔ

جناب احتشام دلکش اک پرجوش نوجوان شاعر ہیں جن کی شعلہ نوائی کا ہر آدمی معترف ہے آپ زیادہ تر نظمیں کہتے ہیں غزلوں میں بھی انفرادیت پائی جاتی ہے آپ کا اسم گرامی احتشام علی اور تخلص دلکشؔ ہے ولدیت سید شجاع الحق ہے۔

آپ ۲؍جنوری ۶۶ء کو شہر سہارنپور کے سید گھرانے میں پیدا ہوئے آپ ۱۹۸۷ء سے پرورش لوح و قلم میں منہمک ہیں آپ کی شاعری کا منظر نامہ جذبوں کی تپش اور تخیل کی بلندی کا مرہون منت ہے آپ جناب نشتر مظاہری کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہیں آپ کا کاروبار تجارت ہے آپ کی اگرچہ بڑی مصروف زندگی ہے مگر آپ وقت نکال کر شاعری کے خطوط دامن قرطاس پر ابھارتے رہتے ہیں۔

پتہ: گنپت باڑھوں کے مندر والی گلی مکان 12/1223 سہارنپور ،یوپی

غزل

وہ نظر اجنبی سی رہی
جذب دل میں کمی سی رہی

آج پھر کوئی یاد آگیا
سارے دن بیکلی سی رہی

کوئی جب تک رہا روبرو
روح میں تازگی سی رہی

یوں تو سجتی رہیں محفلیں
صرف ان کی کمی سی رہی

چشم ساقی سے پیتے رہے
پھر بھی کچھ تشنگی سی رہی

کر گئی راز دلکش عیاں
وہ جو کھڑکی کھلی سی رہی

نظم

یہ کیسی دھوپ ہے جانے کہاں سے آئی ہے
جو نفرتوں کے شراروں کو ساتھ لائی ہے

تپش نے اس کی ہزاروں مکاں جلاڈالے
خلوص وپیار کے رشتے سبھی بھلاڈالے

چٹک گیا ہے جھلس کر لہو رگ جاں میں
غضب کی آگ لگی ہے ہر اک گریباں میں

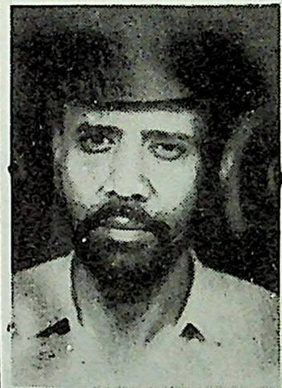
ٹپک رہا ہے لہو سب کی داستانوں سے
نکل رہے ہیں شرارے دبی زبانوں سے

سندوری مانگ سے سندور نوچ ڈالا ہے
رخ جمال پہ افسردگی کا غازہ ہے

یہ کیسی دھوپ ہے دھرتی کو لال کرڈالا
کوئی کسی کا نہیں حال پوچھنے والا

سروں سے اپنے ہمیں اس کو ٹالنا ہوگا
کوئی بچاؤ کا رستہ نکالنا ہوگا

جناب امین صادق منظر



غزل کو نیا روپ اور نیا رنگ دینے والے شاعر جناب امین صادق منظر کا پورا نام امین صادق ہے منظر تخلص کرتے ہیں ولدیت سید محمد حنیف ہے آپ شہر سہارنپور میں ہی پیدا ہوئے اور اسی شہر میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں آپ نے ۷۵ء سے شاعری کے آئینے میں اپنی فکر رسا کی تصویر کا جائزہ لینا شروع کیا آپ کی طبع آزمائی کا سلسلہ جاری ہے آپ جناب سکندر حیات کیلاش پوری سے اصلاح سخن لے رہے ہیں آپ کی تعلیم انٹر تک ہے آپ غزل اور گیت بہت خوبصورت کہتے ہیں آپ کی ادبی وشعری صلاحیتیں ابھرتی جارہی ہیں اگر آپ نے مشق سخن جاری رکھی تو بہت جلد ترقی کریں گے آپ کی شاعری کا آئینہ خانہ خلوص ومحبت کے پاکیزہ جذبات سے سجا ہوا ہے۔

پتہ: عرفان منزل آلی کی چنگی صابری کا باغ سہارنپور

غزلیں

پیغام نہ دے مجھ کو محبت کی نظر سے
میں ٹوٹ کے بکھرا ہوں کسی دیدۂ تر سے

پاؤں کے حسیں زخم بہت پھوٹ کے روئے
ہم دور بہت دور نکل آئے تھے گھر سے

بیتابیٔ دل آج بھی سونے نہیں دیتی
ہے یاد بس اتنا کوئی گذرا تھا ادھر سے

شعلوں کا سمندر ہوں میں تالاب نہیں ہوں
پانی کو گذرنا ہے تو گذرے مرے سر سے

پھر جاگ رہا ہے مرے احساس کا جادو
کیا لوٹ کے آئی ہے تری یاد سفر سے

سچائی پہ ہوں اور اجالوں کا امیں ہوں
منظر میں لڑوں گا یونہی طوفان و بھنور سے

آپ کی یاد کیوں چلی آئی
ہچکیاں لے رہی ہے تنہائی

جانے کس کس کا منہ دکھائے گی
زندگی تیری آبلہ پائی

میں تو آہوں کا اک سمندر ہوں
قہقہوں سے نہ ناپ گہرائی

پردۂ ذہن میں رہ یوں ابھرے
دور بجتی ہو جیسے شہنائی

مرے اشکوں کا دل دھڑکتا ہے
کس کے زخموں سے یہ مہک آئی

اس کا اس طرح ٹوٹ کر ملنا
دے ہے منظر مجھے توانائی

جناب فاخرؔ اصلاحی



آپ کا نام عبدالرب اور قلمی نام فاخرؔ اصلاحی ہے آپ کے والد جناب عبدالخالق مرحوم خوش نظر اور خوش صفات انسان تھے آپ کی ولادت ۶۸ء میں ہوئی سہارنپور آپ کا وطن ہے آپ کا پیشہ تجارت ہے آپ کی شعر گوئی کا آفتاب زمین ادب پر ۱۹۸۸ء سے چمک رہا ہے اور روشنی پھیلا رہا ہے آپ جناب اکمل امام سے اصلاح لیتے ہیں اور نہایت چابک دستی اور خود اعتمادی سے معانی کو اجاگر کرتے ہیں آپ کے فکر و فن پر عصر حاضر کے تقاضوں نے نشیمن بنالیا ہے اس لیے آپ کے قلم کا سفر حالات کو شعر کا جامہ پہنا کر دامن قرطاس پر لاتا ہے محسوسات کے دائرے میں رقص کناں آپ کی شاعری ادب کے لیے ایک نئی منزل کی نشاندہی کرتی نظر آتی ہے آپ کی غزلوں میں زندگی پائی جاتی ہے آپ غزل کی روایت کا احترام کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں ترقی کے راستے پر آپ کا سفر روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔

پتہ: جعفر نواز شاہ مدار سہارنپور ، یوپی

غزلیں

اجرت اذیتوں کے سوا کون لے گیا
دن بھر کی محنتوں کا صلہ کون لے گیا

کس نے اجاڑی مانگ سے یہ صبح کی افق
ہاتھوں سے شام کے یہ حنا کون لے گیا

بچوں کے سب نے کھیل کھلونے تو لے لیے
بازار سے کتاب بھلا کون لے گیا

آہوں میں بھی اثر نہیں یہ کیسا دور ہے
مجبور کے لبوں کی دعا کون لے گیا

کس نے پڑھی ہے وقت پہ احساس کی نماز
سچائی کی جہاں سے ضیا کون لے گیا

آنکھوں سے بھائیوں کی حمیت کہاں گئی
بہنوں کے سر سے آج ردا کون لے گیا

فاخر مجھے بھی اہل سماعت کی بھیڑ میں
یہ دیکھنا ہے میرا کہا کون لے گیا

دماغوں میں مقام اپنا دلوں میں گھر بناتا ہوں
میں جذبوں کی کشش سے موم ہر پتھر بناتا ہوں

ضمیر، احساس، جذبہ اور انا باطل کی سچائی
یہ سارے دوست اکسائیں تو میں تیور بناتا ہوں

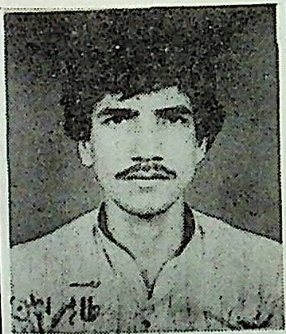
اگر تعداد سے مرعوب کرنے میں سیاست ہے
میں کاغذ کے سپاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں

مشینی دور کا میں بھی ہوں اک مصروف محنت کش
تھکن کو اوڑھتا ہوں نیند کو بستر بناتا ہوں

مرے اندر کے خدشے راہ میں دیوار بنتے ہیں
اگر بچوں کا مستقبل کبھی بہتر بناتا ہوں

مجھے ورثے کی خوشحالی تو فاخر مل نہیں پائی
میں اپنی زندگی حالات سے لڑ کر بناتا ہوں

جناب طاہر امین



دور حاضر کا انسان اپنے مقام سے گر چکا ہے وہ محبت اور خلوص کے جذبوں کا قدر دان نہیں بلکہ نفرت وعداوت اور فرقہ واریت کے جنون میں مبتلا ہے جناب طاہر امین کے خیالات اور افکار آج کے انسان کی اخلاقی پستی کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں آپ سماج پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہیں اور اپنی آواز کو شعر کا جامہ پہنا کر پیش کرتے ہیں آپ کے اشعار میں احساس کی تپش پائی جاتی ہے آپ غزل کے مزاج سے واقف ہیں اور غزل کے شاعر ہیں آپ کا نام محمد طاہر اور قلمی نام طاہر امین ہے آپ کے والد جناب عبدالخالق صاحب مرحوم نیکیوں کا نمونہ تھے آپ کی ولادت ۶۸ء میں ہوئی سہارنپور آپ کا وطن ہے تجارت آپ کا ذریعۂ معاش ہے آپ ۹۳ء سے عروس غزل کے گیسو سنوارنے میں لگے ہوئے ہیں نظم بھی خوب کہتے ہیں جناب اکمل امام سے اصلاح لیتے ہیں آپ کی شاعری محبت کے اجالوں کی نقیب ہے۔

پتہ: امین ٹائر سروس ڈھولی کھال سہارنپور

غزلیں

گفتار کا ساحر تھا نہ جذبوں کا امیں تھا
لہجہ بھی مرے دوست کا شائستہ نہیں تھا

کام آنہ سکا اس کے کتابوں کا سفر بھی
وہ شخص طبیعت کا خوش اخلاق نہیں تھا

چابی کے کھلونوں کی حقیقت نہیں ہوتی
نادان تھے جب تک ہمیں احساس نہیں تھا

مانگے کے اجالے پہ بڑا فخر تھا اس کو
دراصل وہ نفرت کے اندھیروں کا مکیں تھا

بچے کی کسی کیفے میں دھوتے ہوئے برتن
آنکھیں تو کہیں تھیں دل غم دیدہ کہیں تھا

پتھر تھا ہر اک شخص بڑے شہر میں طاہرؔ
ناچیز وہاں تھا نہ کوئی خاک نشیں تھا

نفرت کی آگ سینے میں جب جب اتر گئی
ذہنوں میں انتقام کا بارود بھر گئی

ہم سے بھی لوگ کرتے ہیں اکثر یہی سوال
ورثے میں جو ملی تھی وہ دولت کدھر گئی

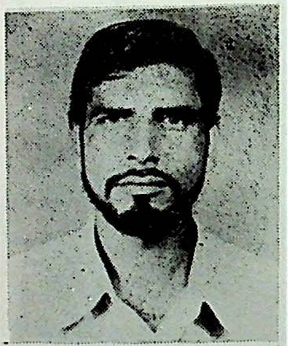
اوروں کے رنج و غم کا بھی کرنے لگے خیال
جب اپنی زندگی نئے زخموں سے بھر گئی

ہلکا کیا ہے اپنے ہر اک غم کو شہر میں
یوں بھی ہماری سوچ کی بنیاد بھر گئی

لوگوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا
بیٹی جو بے حیائی کی حد سے گذر گئی

طاہرؔ چھپا کے رکھی تھی دل کی کتاب میں
خوشبو ہمارے پیار کی ہر سو بکھر گئی

جناب اشتیاق عالم



جناب اشتیاق عالم کی شاعری انقلابی شاعری ہے آپ کے کلام میں ثبات و عزم اور صبر و تحمل کا عنصر پایا جاتا ہے آپ ۹۴ء سے پر آشوب زندگی کی ہنگامہ آرائیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جہادِ قلم میں مصروف ہیں اور سلجھی ہوئی فکر کے شاعر ہیں آپ نے شاعری کی صالح روایات کو اپنایا ہے اور جذبات کے بدلتے ہوئے تیور پر اپنی شاعری کی بنیاد رکھی ہے آپ کا نام محمد اشتیاق تخلص اشتیاق عالم ہے ولدیت قاری محمد اسحاق ہے آپ ۴؍ نومبر ۵۷ء کو سکندر آباد ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ کا مشغلہ تجارت ہے جناب ساحل فریدی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے اور ان کی رہنمائی میں آپ کا شعری سفر جاری ہے آپ کے افکار آپ کی شخصیت کے آئینہ دار ہیں آپ تہذیب و شائستگی کا نمونہ ہیں۔

☆☆☆

پتہ:- پردھان ٹائر ہاؤس ڈھولی کھال سہارنپور

غزلیں

ظلم پر خاموش رہنا اک سزا بن جائے گا
مصلحت کہتے ہو جس کو مسئلہ بن جائے گا

کل تو ہوتا تھا دوا سے اب ہے جراحی علاج
آج جو نشتر لگے گا کل شفا بن جائے گا

حوصلہ درکار ہے منزل کو پانے کے لیے
تم اٹھاؤ تو قدم خود راستہ بن جائے گا

اپنے دیرینہ اصولوں کو بروئے کار لا
پھر سے تیری زندگی کا ضابطہ بن جائے گا

بدگمانی کا نتیجہ تلخ جملے، پھر طلاق
دو دلوں کے بیچ اک دن فاصلہ بن جائیگا

سر پھری موجوں کا عالم خوف رہتا ہو جسے
وہ کسی کشتی کا کیسے ناخدا بن جائے گا

پھر ایک حشر اٹھا، انقلاب پیدا کر
تو رہنما ہے تو آ، انقلاب پیدا کر

جو لاشعور میں سوچیں تری مقید ہیں
انہیں شعور میں لا، انقلاب پیدا کر

تو اپنے ملک میں تہذیب اور تمدن کی
جو چاہتا ہے بقا، انقلاب پیدا کر

جو حل طلب ہیں مسائل کھلی حقیقت ہیں
نظر نہ ان سے چرا انقلاب پیدا کر

جو ذہن و دل پہ ہے احساس کمتری غالب
ہے بزدلی کی بنا انقلاب پیدا کر

یہ ظلمتیں کہیں روپوش کر نہ دیں عالم
بنا کے خود کو ضیاء، انقلاب پیدا کر

جناب ڈاکٹر کمال احمد کمالؔ

آپ سہارنپور کے نوجوان شاعروں میں امتیازی وصف کے مالک ہیں اور شاعری کے لوازمات سے بخوبی واقف ہیں کیونکہ آپکو جناب نشترؔ مظاہری سے شرف تلمذ حاصل ہے آپ کے کلام کے مطالعہ سے مصائب و آلام سے ٹکرانے کا حوصلہ قاری کو ملتا ہے آپ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں لیکن نظم و قطعات بھی کہتے ہیں بہت سے موضوعات پر آپ کے اشعار ملتے ہیں آپ کا پورا نام کمال احمد ہے کمالؔ تخلص کرتے ہیں ولدیت غالب رسول غالب ہے شاعری آپ کو ورثے میں ملی ہے ۱۴ر نومبر ۱۹۶۹ء میں آپ کی شعر گوئی کا آغاز ہوا آپ کی تعلیم ایم۔اے (انگلش) بی۔اے۔ ایم۔ایس ہے آپ کا پیشہ ڈاکٹری ہے آپ ڈاکٹری کے پیشے کو ایک مقدس فریضہ مانتے ہیں۔

پتہ: غالبؔ منزل عادل گڑھ اسٹریٹ کھجور تلہ سہارنپور، یوپی

غزلیں

صلہ یہ مجھ کو ملا ان سے دل لگانے کا
سر آگیا مرے الزام اک زمانے کا

وہ بے وفا ہے مجھے اس کا غم نہیں لیکن
قلق ہے اس کے بلاوجہ روٹھ جانے کا

مجھے یقین ہے قاتل وہی رہا ہوگا
عجیب طور ہے ظالم کے مسکرانے کا

زباں پہ جس کی گلہ تھا تھکن کا پہلے سے
کوئی سوال نہیں اس کے لوٹ آنے کا

نہ جانے کتنی بلندی پہ آج ہم ہوتے
خیال روک نہ لیتا جو آشیانے کا

یہ جانتے ہوئے مشکل ہے منزل مقصود
کیا ہے میں نے تہیہ قدم بڑھانے کا

کمال ہے کہ سمجھ کر مآلِ عشق کمال
کیا ہے فیصلہ تقدیر آزمانے کا

شمع کی صورت سحر تک دل جلانا ہے مجھے
جشن اپنی کم نصیبی کا منانا ہے مجھے

چل دیئے ہیں لوٹ کر وہ تو مرا صبر و قرار
آنسوؤں سے سوزِ دل کو اب بجھانا ہے مجھے

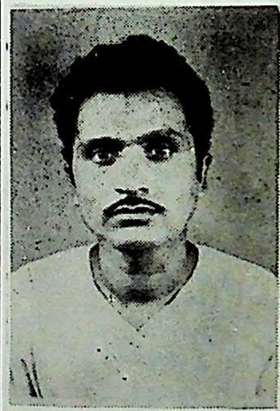
میرے چہرے سے غمِ الفت کہیں ظاہر نہ ہو
خونِ دل پی کر بھی اب تو مسکرانا ہے مجھے

وہ نہ آئیں پرسشِ احوال کو ممکن نہیں
آج اپنا جذبۂ دل آزمانا ہے مجھے

زندگی بھر زندگی لڑتی رہی جس کے لیے
زندگی تجھ کو ترا وہ حق دلانا ہے مجھے

میں تو زندہ ہو جہاں میں اسلئے ابتک کمال
راہِ الفت میں کسی دن کام آنا ہے مجھے

جناب مشرف نواز



آپ کا نام مشرف علی اور تخلص مشرف نواز ولدیت اشرف علی ہے سال پیدائش ۵۵ء وطن شہر سہارنپور ہے ۸۰ء سے شعری ریاضت کر رہے ہیں آپ کے یہاں رچاؤ اور منجھی ہوئی فکر پائی جاتی ہے جمالیاتی شعور کے ساتھ آپکے فن کا سفر جاری ہے یہ جناب ساحل فریدی سے کسب فیض کا نتیجہ ہے ان کی شاعری کا منظر نامہ غم کے طوفان سے کھیلنے والے ایک سفینے کی طرح ہے کلام میں ندرت خیال کا عکس ملتا ہے ادبی و دینی مطالعہ کرنا آپ کے مشاغل میں ہے آپ غزل نظم اور نعت و منقبت میں اچھی طرح طبع آزمائی کر لیتے ہیں بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور اقدار حیات کی ترجمانی ان کے کلام کا حصہ ہے خوش گلو شاعر ہیں اور اپنی آواز کے جادو سے محفلوں میں جان پیدا کر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆

☆

پتہ:—محلہ پہلوانان نزد چلکانہ بس اسٹینڈ سہارنپور

غزلیں

تاریکیاں مٹانے کے ساماں ہوئے تو ہیں
سونے گھروں میں پھر سے چراغاں ہوئے تو ہیں

مانا کوئی قصور تمہارا نہیں مگر
بستی کے لوگ تم سے ہراساں ہوئے تو ہیں

لغزش کا اپنی آپ کو احساس ہوگیا
اپنی خطا پہ آپ پشیماں ہوئے تو ہیں

سچائیوں کو جھوٹ کوئی مانتا نہیں
یہ مان لو کہ شہر بیاباں ہوئے تو ہیں

بیزار مجھ سے رہنے لگے تھے جو ہر گھڑی
حسن سلوک سے مرے حیراں ہوئے تو ہیں

چھوڑا نہیں ہے ضبط کا دامن کبھی نوازؔ
اس زندگی سے ہم بھی پشیماں ہوئے تو ہیں

خوابوں کا اک حسین جزیرہ ہے زندگی
حالانکہ اک فریب ہے دھوکا ہے زندگی

آنچل میں تیرے پھول ہیں دامن میں تیرے خار
میں نے تجھے قریب سے دیکھا ہے زندگی

مجبوریاں جب آئی ہیں جینے کی راہ میں
ہمت کے ساتھ تجھ کو گزارا ہے زندگی

میں نے قدم قدم پہ اٹھائے ہیں تیرے ناز
تو نے مرا مزاج بھی پوچھا ہے زندگی

میں تیرے راستوں کا سفر کر کے تھک گیا
کچھ تو نے اپنے بارے میں سوچا ہے زندگی

تنہائیوں کی دھوپ نے جھلسا دیا نوازؔ
جب کوئی ہم سفر ہی نہ ہو کیا ہے زندگی

جناب احسان محسن



ہمارے شہر کی سرزمین نے اچھے فنکاروں، شاعروں اور ادیبوں کو جنم دیا ہے اس شہر کی علمی فضا ہمیشہ باقی رہی ہے اور ادبی ماحول گرم رہا ہے شہر کے معروف نوجوان شاعروں میں جناب احسان محسن کا شمار ہوتا ہے آپ حالات پر گہری نظر رکھتے ہیں اور معیاری و سلجھی ہوئی باتیں شاعری کے پیرائے میں بیان کرتے ہیں آپ کا پیدائشی نام محمد احسان اور قلمی نام محسن ہے آپ کے والد جناب حاجی صغیر احمد نیک سیرت اور بڑی خوبیوں کے مالک ہیں یہی اوصاف جناب احسان محسن میں پائے جاتے ہیں آپ کی پیدائش سہارنپور میں ۶۸ء میں ہوئی آپ نے ۱۹۹۲ء سے شعری دنیا میں قدم رکھا اور عروس سخن کے گیسو اسی وقت سے سنوارنے میں مصروف ہیں بڑی کم مدت میں آپ نے شاعری کے صحیفہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے آپ جناب اکمل امام سے اصلاح لیتے ہیں ذریعہ معاش تجارت ہے۔

غزلیں

رشتوں کی عظمتوں کو بھی پامال کر گئے
راہی سیاستوں کے جدھر سے گذر گئے

پڑھتے ہیں جن کو آج بھی ہم اقتباس میں
روشن ضمیر لوگ نہ جانے کدھر گئے

ہم مصلحت پسند بہاروں کے باوجود
پھولوں کی انجمن میں بھی جانے سے ڈر گئے

میں سچی بات کہہ تو گیا دوستوں کے بیچ
لیکن نہ جانے کتنوں کے چہرے اتر گئے

تاریخ لکھنے والوں کی تحقیق مستند
پھر بھی بہت سے سچ نظر انداز کر گئے

جن کی پناہ کے لیے ہم نے لہو دیا
محسنؔ وہی اجالے ہمیں خاک کر گئے

یہ راستے کی اذیت سے بڑھ کے کیا ہوتے
سجے ہوئے جو نہ پتھر کے دیوتا ہوتے

ہماری قوم کے کردار ہی جدا ہوتے
جو درس دیتے حقیقت میں آئینا ہوتے

ہمارے سامنے ہوتا نہ مسئلوں کا ہجوم
جو اپنی قوم کے ہمدرد رہنما ہوتے

حصار میں رہے ہوتے اگر اصولوں کے
تمام عمر نہ اس قید سے رہا ہوتے

ہماری راہ میں مجبوریوں کے پتھر تھے
وگرنہ حادثے اتنے نہ رونما ہوتے

وہ پیڑ بن کے سدا دھوپ میں رہے محسنؔ
حقوق ان کے کسی سے تو کچھ ادا ہوتے

جناب خرم سلطان



آپ کا پورا نام خرم شمسی اور قلمی نام خرم سلطان ہے آپ کے والد جناب کمل نجیب آبادی معروف شاعر ہیں جناب خرم سلطان کی تعلیم بی۔اے۔اردو اور پیشہ تجارت ہے آپ یکم جنوری ۷۵ء کو شمسی گھرانے میں پیدا ہوئے اور ۱۹۹۱ء سے آپ نے شعر کہنا شروع کیا ابتدا میں جناب مظفر رزمی سے اصلاح لیتے رہے پھر جناب اکمل امام کے سامنے زانوئے ادب طے کیا اب جناب واصف عابدی کی رہبری میں شعر و ادب کے راستے کو طے کر رہے ہیں آپ کی غزلوں میں جذبات اور قلبی واردات کا عکس ملتا ہے آپ کی فکر میں غم دوراں اور غم جاناں دونوں ڈھلے ہوئے ہیں اگر سعی پیہم سے کام لیا تو ان کی شاعری کا چمن احساس کی خوشبو سے رچا بسا رہے گا آپ ایک نوجوان خوش نوا اور خوش فکر شاعر ہیں جن میں ترقی کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

پتہ:4/252 مالیان شاہ مدار سہارنپور، یوپی۔

غزل

حقیقت کو سمجھ کر بولتا ہے
اگر کوئی سخنور بولتا ہے

جو اپنی حد سے بڑھ کر بولتا ہے
غلط وہ شخص اکثر بولتا ہے

سمندر اس نے دیکھا ہی نہیں ہے
جو اشکوں کو سمندر بولتا ہے

کبھی اس شخص کی آواز بھی سن
جو تیرے دل کے اندر بولتا ہے

مرا ہر شعر فرقت میں تمہاری
مرے اشکوں میں ڈھل کر بولتا ہے

سلیقہ ہے جسے کچھ گفتگو کا
وہی الفاظ بہتر بولتا ہے

متفرقات

مری چاہت کا جادو ہے یقیناً
جواس کے سر پہ چڑھ کر بولتا ہے

ہماری ایسی شخصیت ہے خرم
مخاطب ہوں تو پتھر بولتا ہے

رکشا چلا کے اب وہ چلاتا ہے گھر کا خرچ
ان پڑھ جو رہ گیا تھا مرے خاندان میں

رکھتے ہیں دل میں اردو زباں سے جو دشمنی
کرتے ہیں بات خود بھی وہ اردو زبان میں

خرم یہ بازوؤں کی نہیں دل کی بات ہے
آتے ہیں کام حوصلے اونچی اڑان میں

جناب فرقان تابش



جناب فرقان تابش کی عشقیہ شاعری کا منظر نامہ یوں بھی بہت حسین ہے کہ اس کے دامن میں تغزل کا ایک خوبصورت تاج محل ہے کلام میں زندگی کی تلخ سچائیوں کو سمویا گیا ہے آپ کی شاعری میں حسن کی رعنائی بھی ہے اور عشق کا سوز و گداز بھی۔ اس لیے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی باغ و بہار شاعری کے گوشے ابھارنے میں جناب نشتر مظاہری کے فیضان نظر کا دخل ہے آپ کا نام فرقان علی اور قلمی نام تابش ولدیت محمد اجمل ہے آپ کی تعلیم انٹر تک ہے پیشہ صحافت ہے آپ ۱۹۹۰ء سے اپنے لہولہو احساس کو شعر کا جامہ پہنانے میں مصروف ہیں آپ کی پیدائش ۱۹۷۴ء میں ہوئی سہارنپور آپ کا آبائی وطن ہے آپ بہت سوچ سمجھ کر شعر کہتے ہیں اور غزل کے آستانے پر آپ کی فکر رسا سجود نیاز لٹاتی رہتی ہے۔

پتہ: محلہ شاہ بہلول پرانا تھانہ منڈی سہارنپور، یوپی۔

غزلیں

مرے الم کی اسے ہو خبر خدا نہ کرے
دعا تو مانگ رہا ہوں اثر خدا نہ کرے

مرا جو حشر ہوا ہے رہ محبت میں
جہاں میں دیکھے کوئی بھی بشر خدا نہ کرے

مری حیات کی ہر اک خوشی ملے اس کو
ہو غم کی راہ سے اس کا گذر خدا نہ کرے

وہ میہماں ہو کسی شب خدا کرے میرا
پھر اس کے بعد ابد تک سحر خدا نہ کرے

یہ سوچتے ہوئے دیکھا نہ اس کو جی بھر کے
لگے ہماری ہی تابشؔ نظر خدا نہ کرے

عہد وفا کسی سے نبھاتے رہے ہیں ہم
ہستی کو اپنی خود ہی مٹاتے رہے ہیں ہم

دیوانگیٔ شوق کا عالم نہ پوچھئے
اک بے وفا پہ جان لٹاتے رہے ہیں ہم

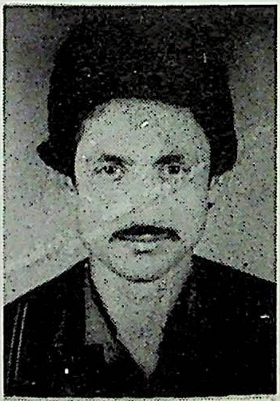
تم سے بچھڑ گئے تو فنا ہوگئے سبھی
وہ خوابِ آرزو جو سجاتے رہے ہیں ہم

بربادیوں میں اپنی ہمارے شریک تھے
اپنی تباہی یوں بھی چھپاتے رہے ہیں ہم

آیا ہے کیسا دور وہی رہنما بنے
رستہ ہمیشہ جن کو دکھاتے رہے ہیں ہم

تابشؔ اسی نے ہم کو کیا درد آشنا
اپنا ہمیشہ جس کو بتاتے رہے ہیں ہم

جناب محمد احمد امجدؔ



آپ کا ذاتی نام محمد احمد ہے امجدؔ تخلص کرتے ہیں ولدیت محمد عاشق مرحوم ہے آپ نے ہائی اسکول تک تعلیم پائی آپ ۱۹۷۸ء سے ادب کی خدمت کر رہے ہیں آپ کی شاعری کے رخ پر غم جاناں اور غم دوراں کا غازہ ہے آپ نے زندگی کے نرم گرم حالات کو اپنے اشعار میں سمونے کی کوشش کی ہے جس میں آپ پوری طرح کامیاب ہیں آپ غزل کے علاوہ نظم و قطعات اور گیت بھی کہتے ہیں نیز خوبصورت نعتیں کہتے ہیں مذہبی شاعری کا چراغ بھی آپ نے راہ شعر و ادب میں روشن کیا ہے اکملؔ صاحب کی شاعرانہ تربیت نے جناب امجدؔ کے افکار کو نکھار بخشا ہے آپ کا ذریعہ معاش وڈ کارونگ ہنڈی کرافٹ ہے۔

پتہ: نشاط روڈ گلی ع ۔ ۶ کمیلہ کالونی سہارنپور۔

غزلیں

بہا کے خون وہ اپنا نشان چھوڑ گیا
تمام شہر میں امن وامان چھوڑ گیا

میں پھڑ پھڑا کے بھی پرواز کر نہیں سکتا
مرے پروں میں وہ ایسی تھکان چھوڑ گیا

وہ جس کو بخشی ہے قوت اڑان کی میں نے
وہ میرے پاؤں کے نیچے ڈھلان چھوڑ گیا

بڑوں کی بات کھلے ہے یہ سچ ہے پر سوچو
ہمارا ساتھ اگر سائبان چھوڑ گیا

وہ کوئی اور نہیں تھا وہ میرا وارث تھا
میرے پروں میں جو اپنی اڑان چھوڑ گیا

وہ مرنے والا کوئی حق پرست تھا امجدؔ
تری رہائی کے حق میں بیان چھوڑ گیا

خوابوں کی زندگی سے نکلنا پڑا مجھے
کاندھوں پہ بوجھ لاد کے چلنا پڑا مجھے

ہر اک نگاہ کرنے لگی تھی کئی سوال
کچھ دیر ان کی بزم سے ٹلنا پڑا مجھے

اوروں کی طرح میں بھی کسی ماں کا نور تھا
تاریکیوں کی گود میں پلنا پڑا مجھے

ماحول میرے شہر کا سنگین تھا بہت
چہرہ ہر اک قدم پہ بدلنا پڑا مجھے

اونچی اڑان مجھ کو تو حاصل نہ ہو سکی
جب تک کسی کے کہنے پہ چلنا پڑا مجھے

امجدؔ عمارتوں کا نیا شہر دیکھ کر
چھاؤں میں دھوپ بن کے نکلنا پڑا مجھے

جناب محمود اختر دلشاد

جناب محمود اختر دلشاد کی شاعری محبت اور خلوص میں ڈوبی ہوئی شاعری ہے آپ کے اشعار میں زندگی کے اعلی مقاصد کی روح متحرک ہے آپ کسی بھی موضوع پر بے دھڑک شعر کہہ لیتے ہیں اور تمام اصناف ادب پر عبور حاصل ہے آپ کی شاعری میں آنے والی نسلوں کے لیے ایک درس اور ایک پیغام ملتا ہے آپ کا نام محمود اختر قلمی نام دلشاد ولدیت محمد اختر ہے آپ کی تاریخ پیدائش ۲۱/ اگست ۱۹۴۷ء ہے آپ سہارنپور ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں کی آب و ہوا میں پلے بڑھے آپ کا پیشہ تجارت ہے اور آپ طویل مدت سے شاعری کی دنیا سے وابستہ ہیں پہلے جناب ظفر تہذیبی کے شاگرد ہوئے اب بزرگ استاد شاعر جناب نشتر مظاہری سے استفادہ کر رہے ہیں آپ غزل نظم اور نعت و منقبت میں طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں انکساری اور وضعداری کا نمونہ ہیں۔

پتہ: 11/688 محلہ آلی سرائے قلندر بخش سہارنپور، یوپی۔

ماں

دیتی ہے بچوں کو سہارا
تیرا اماں نام ہے پیارا

تو نے مجھ کو دودھ پلایا
بولنا اللہ اللہ سکھایا
خود جاگی تو مجھ کو سلایا

تیرا کام یہ سب سے نیارا
میں تیری آنکھوں کا تارا

تیرا گرچہ کام پڑا ہو
چاہے جتنا شور مچا ہو
تیرا بچہ گر روتا ہو

تو سن لے گی جس سے اپنی
یہ دولت قدرت نے بخشی

دیتی ہے تو وقت پہ کھانا
خود کر کے آداب سکھانا
دھیرے دھیرے مجھ کو پڑھانا

اما تیرا کام بڑا ہے
پہلا مکتب تو میرا ہے

لکھوں کیا تعریف میں تیری
تیرا آنچل دنیا میری
تیری دعا ہے اماں شیری

تو ہی دنیا کی دولت ہے
تیرے قدموں میں جنت ہے

محترمہ تبسم حیاؔ



نام- تبسم حیا، قلمی نام حیاؔ ہے ۱۹۷۸ء میں آپ کی پیدائش ہوئی آپ کے والد جناب سلیمان عادل بہت اچھے شاعر ہیں اور مشاعروں و نشستوں میں شرکت کرتے رہتے ہیں محترمہ حیاؔ بھی مشاعروں میں اپنا کلام سناتی ہیں اور نشستوں میں بھی اپنی خوبصورت آواز سے سامعین کو مسحور کر دیتی ہیں آپ نے ۱۹۹۰ء سے شعر کہنا شروع کیا گھر کا شاعرانہ ماحول ملا اس لیے شاعری کا سفر بڑے ذوق و شوق سے طے کر رہی ہیں شہر کے معتبر استاد حضرت نشترؔ مظاہری سے شرف تلمذ آپ کو حاصل ہے آپ غزل، نظم اور نعت وغیرہ میں طبع آزمائی کرتی رہتی ہیں۔

پتہ:-محلہ آتشبازان مغلوں والی مسجد سہارنپور

غزلیں

تو نے توڑی نہ ہمت اگر زندگی
میں بنالوں گی گھر چاند پر زندگی

دیکھنا ہے کہ تو کتنے پانی میں ہے
میں تو ساحل پہ ہوں بے خبر زندگی

میں نے ہر پل تجھی کو سجایا مگر
کچھ تجھے بھی ہے میری خبر زندگی

عمر بھر کی وفا کا صلہ دیکھیے
موت کو ساتھ لائی ہے گھر زندگی

زندگی کی حقیقت کو اتنا سمجھ
جیسے لکھ دے کوئی ریت پر زندگی

آج کہہ دے جو کہنا ہے تجھ کو حیاؔ
کیا پتہ جائے کب چھوڑ کر زندگی

ہم تمہارے وعدوں کا اعتبار کرلیں گے
انتظار کی حد تک انتظار کرلیں گے

یاد جب ستائے گی آپ کی شب وعدہ
اپنی خشک آنکھوں کو اشکبار کرلیں گے

سوچ کر یہ آئے ہیں ہم تمہاری محفل میں
راہ جو دکھاؤ گے اختیار کرلیں گے

آپ کو زمانے کی ہر خوشی مبارک ہو
اپنے حق میں ہر غم کو ہم شمار کرلیں گے

زندگی حیاؔ اپنی ان کے غم میں گذرے گی
یہ بھی فیصلہ دل سے ایک بار کرلیں گے

جناب شکیل رومانی

دل کی چوکھٹ پر دیپ جلانے والے شاعر جناب شکیلؔ رومانی ۱۹۸۰ء سے عروس سخن کے نوک پلک سنوارنے میں لگے ہوئے ہیں آپ کی نظر میں دل کے رشتے بڑی اہمیت رکھتے ہیں ان رشتوں کا تقدس پامال ہونے سے زندگی کے چمن میں خزاں کے سائے قدم جمالیتے ہیں اس لیے آپ کی شاعری پاکیزہ دل کے رشتوں پر احساس کی زبان میں گفتگو کرتی ہے آپ غزل کے شاعر ہیں نظمیں بھی کہتے ہیں آپ کا اسم گرامی محمد شکیل خاں اور ولدیت جمیل احمد خاں ہے آپ کا تخلص شکیلؔ رومانی ہے جناب اکملؔ امام شاعری میں آپ کے استاد ہیں آپ ۱۹۸۰ء سے مسلسل وادیٔ سخن میں اپنے فن کا چراغ روشن کئے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ آپ کے کلام میں حادثات کی دھوپ بھی ہے اور جذبات کی گرمی بھی، دستکاری آپکا ذریعہ معاش ہے آپ بہت خوش اخلاق انسان ہیں۔

پتہ: فرمان بستی کھاتہ کھیڑی سہارنپور، یوپی۔

غزلیں

بھیگی پلکوں میں ہر احساس چھپا کر رکھنا
اپنے جذبوں کی امنگوں کو دبا کر رکھنا

ورنہ چہرے کے سبھی نقش بگڑ جائیں گے
موم کے بت ہیں یہ سورج سے بچا کر رکھنا

تلخ جملوں سے بگڑ جاتے ہیں دل کے رشتے
اپنے اخلاص سے ماحول بنا کر رکھنا

گردشیں وقت کی مجھ کو نہ مٹا کر رکھ دیں
جو بھی حالات ہوں تم آس بندھا کر رکھنا

ورنہ تعمیر کی صورت ہی بگڑ جائے گی
یہ تو بنیاد ہے ہر اینٹ جما کر رکھنا

کان گھر کے درودیوار بھی رکھتے ہیں شکیلؔ
راز کی بات ہے دل میں ہی چھپا کر رکھنا

پتھروں کے نگر میں یہ کیا ہوگیا
ضرب جس پر پڑی آئینہ ہوگیا

مجھ سے بچپن کی گلیاں خفا ہوگئیں
جب سے اسکول میں داخلہ ہوگیا

زندگی دیکھ کر دم بخود رہ گئی
موت سے جب کہیں سامنا ہوگیا

راہ گیروں کی جس کو تمنا رہی
ایسی منزل کا میں راستہ ہوگیا

مجرموں کی طرح وہ بھٹکتا رہا
اپنی نظروں میں جب سے برا ہوگیا

مفلسی دے گئی بدنصیبی شکیلؔ
میرا سایہ بھی مجھ سے جدا ہوگیا

جناب قدیر احمد ظاہرؔ



غزل کو نیا رنگ وروپ بخشنے والے شہر سہارنپور کے نوجوان شاعر جناب قدیر احمد ظاہر ۱۹۹۵ء سے ایوان ادب میں حسین خیالات سے آراستہ ہو کر اپنی فکر کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں آپ کا نام قدیر احمد اور قلمی نام قدیر ظاہرؔ ہے ولدیت عبدالستار ہے آپ کا ذریعہ معاش گھڑی سازی ہے آپ جناب اکملؔ امامؔ کے ہونہار شاگرد اور باصلاحیت انسان ہیں بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں آپ نے نیم کی تلخ چھاؤں میں رہ کر غزلوں کو ایک باوقار لہجے سے روشناس کرایا ہے۔

آپ کا پتہ: قلعہ نواب گنج سہارنپور ہے۔

غزلیں

ہم بھی دیکھ آئے گاؤں میں رہ کر
سکھ میسر تھا چھاؤں میں رہ کر

ہر گھڑی پھولتا ہے پھلتا ہے
بچہ ماں کی دعاؤں میں رہ کر

بھولتے کب ہیں امن کی شاخیں
اڑتے پنچھی فضاؤں میں رہ کر

ہم بھی کیا ہٹ گئے اصولوں سے
چار دن بے وفاؤں میں رہ کر

ہم نے لہجہ دیا ہے غزلوں کو
نیم کی تلخ چھاؤں میں رہ کر

یوں بھی ظاہر اسیر ہیں ہم لوگ
جیسے زنجیر پاؤں میں رد کر

☆☆☆

مایوس جو وہ گردش دوراں سے نہیں تھا
شاید اسے حالات بدلنے کا یقیں تھا

محفوظ رکھا مجھ کو بزرگوں کی دعا نے
وہ حادثہ گذرا تھا جہاں میں بھی وہیں تھا

لکھوائی گئی تھی بڑی عجلت میں وصیت
اس وقت تو اپنا بھی اسے ہوش نہیں تھا

صورت میں کشش دل کو لبھانے کی نہیں تھی
سیرت سے اگرچہ مرا محبوب حسیں تھا

اس دور میں ہو جاتی ہے ہر آرزو پوری
بیوہ کو بھی گھر پھر سے بسانے کا یقیں تھا

اس واسطے پہنچی نہ مرے دل کو اذیت
کیونکہ مجھے اپنوں کے بدلنے کا یقیں تھا

چہرے سے بھی ظاہر تھی طبیعت کی ہر الجھن
"آنکھیں تو کہیں تھیں دل غم دیدہ کہیں تھا"

جناب بالیشور کمار جین
نرملؔ



آپ ہندی زبان کے اک باوقار کوی ہیں اور ہندی زبان میں بڑی خوبصورت نظمیں کہتے ہیں آپ ۵۸ء سے ہندی میں نظمیں لکھ رہے ہیں اک اچھے گھرانے میں ۲۱: جنوری ۴۰ء کو آپ کی پیدائش ہوئی آپ کے والد جناب اوم پرکاش آنجہانی جھبریڑہ کے رہنے والے تھے آپ کے دادا لالہ آتمارام چیئرمین سہارنپور تھے آپ کا نام بالیشور کمار جین اور نرملؔ تخلص ہے آپ اردو میں بھی نظم کہتے ہیں جناب دھرمپال دت آپ کے استاد ہیں آپ ایک اچھے کھلاڑی بھی ہیں آپ جین سبھا مرادآباد، بلند شہر بجنور کی کابینہ کے ممبر رہ چکے ہیں آپ نے نیپال، بھوٹان، سکم وغیرہ کی یاترائیں کی آپ کی تعلیم ایم۔اے۔ایم۔ایڈ تک ہے آپ کا پیشہ تجارت ہے باغات وغیرہ بھی ہیں آپ کپڑے کی دکان کرتے ہیں آپ جین انٹر کالج اور مہاراج سنگھ ڈگری کالج کی کابینہ کے ممبر رہے آپ میں خدمت خلق کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ ہر شخص کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے ہیں۔

پتہ: دینا ناتھ اسٹریٹ جھبریڑہ ہاؤس سہارنپور

نظم

مری ہستی سے مرے شاہد معصوم نہ ڈر
تری دنیا سے بہت دور نکل جاؤں گا

تیری دنیا میں شب روز مہکتے ہیں گلاب
تیری دنیا میں ہیں سرمست جوانی کے شباب
تیری دنیا میں چھلکتی ہے نگاہوں سے شراب
تیری دنیا سے بہت دور نکل جاؤں گا

کس نے پوچھا ہے مجھے مرمریں ایوانوں میں
مجھ کو دعوت نہ ملی عیش کے سامانوں میں
میں دھواں بن کے پھرا کرتا ہوں ویرانوں میں
تیری دنیا سے بہت دور نکل جاؤں گا

شبنمی قطرے کی مانند ڈھلک جاؤں گا
ڈوبتے تارے کی مانند بھٹک جاؤں گا
ایک ساغر کی طرح بھر کے چھلک جاؤں گا
تیری دنیا سے بہت دور نکل جاؤں گا

آبشار

قطعات کے آئینہ میں

﴿۱﴾

جلوہ گر چرخ ادب پر ہے بنام "آبشار" یہ جو تخلیقات ارباب سخن کا شاہکار
سنہ طباعت عیسوی اسکا لکھا انعام نے شائگان وخوشنما طبع ہوا یہ "آبشار"

۱۹۹۷ء

﴿۲﴾

بحر تخلیقات فکر وشعر کا یہ "آبشار" جس سے پیدا کشت زار باغ حکمت کی بہار
جب ہوا شائع تو ہجری سن لکھا انعام نے اعجوبہ وشایاں شاں طبع ہوا یہ "آبشار"

۱۴۱۸ھ

(مولانا) انعام صاحب تھانوی سہارن پور

قطعہ

اس سے ہمارے باغِ ادب میں بہار ہے
غالب کا میر وذوق کا یہ شاہکار ہے
مرکز حیات اردو میرے شہر میں نظر
شعر وسخن کا سب سے حسین "آبشار" ہے

تحسین نظر سہارن پوری

آبشار

قطعات کے آئینے میں

(۱)

[illegible]

(۲)

[illegible]

قطعہ

[illegible]

فنکاروں کے شاہکار

۱- متعدد کتابوں کے مصنف مقتدر شاعر حضرت واصف عابدی کا ساتواں مجموعہ "احساس" جو غزلوں اور نظموں پر مشتمل ہے مستقبل قریب میں منظر عام پر آرہا ہے۔

۲- محترم مولانا اشتر مظاہری کا نعتیہ مجموعہ "حرزِ آخرت" شائع ہو چکا ہے دوسرا غزلوں کا مجموعہ "جاگتے رہو" جو اپنی منفرد حیثیت رکھتا ہے بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے۔

۳- جناب سریندر پرشاد گوہر کی غزلوں کا مجموعہ "زندگی" زیر ترتیب ہے۔ جو بہت جلد شائع ہونے والا ہے۔

۴- جناب ہارون صابر فریدی کے دو شعری مجموعے "پرواز"۔ "زاویے" افقِ ادب پہ بہت جلد طلوع ہونے والے ہیں۔

۵- حلقۂ احباب سے متعلق ایک ادبی شعری مجموعہ "شناخت" عنقریب شائع ہونے والا ہے اس مجموعہ کے مرتبین ہیں جناب ساحل فریدی و اکمل امام۔

"نوٹ"

"آبشار" جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی کتابت بڑے غور خوض سے دو تین مرتبہ چیک کی گئی۔ اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ادارہ اس کے لئے معذرت خواہ ہے۔ دیگر معلومات کے لئے اس پتہ پر خط و کتابت کریں۔

مرکز حیاتِ اردو، جنرل سکریٹری ہارون صابر فریدی" سلمان سنگم ہاؤس" مصران اسٹریٹ ہاپوڑ
پنکوڈ:- ۲۴۷۰۰۱
فون:- ۴۴۲۹۳۵